MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL
ماہنامہ
لاہور
مرآۃ العارفین انٹرنیشنل
جلد نمبر 25
شمارہ نمبر 04
اگست 2024ء، صفر المظفر 1446ھ
WWW.MIRRAT.COM
پاکستان نمبر
RENEWABLE ENERGY
OFFSHORE ENGINEERING
معیشت
PAKSAT-1R
سائنس اور ٹیکنالوجی
United Nations
بین الاقوامی سیاست
60
STOP
ONE WAY
NO ENTRY
سماج
قومی زبان
ثقافت

غزہ

میں اکتوبر 2023 سے اگست 2024 تک

39 ہزار سے زائد افراد شہید ہو چکے ہیں
جن میں 14 ہزار سے زائد بچے شامل ہیں

جبکہ 91 ہزار سے زائد افراد زخمی ہوئے ہیں

1.7 ملین افراد نقل مکانی کر چکے ہیں

ڈیڑھ لاکھ سے زائد عمارتیں
تباہ ہوئی ہیں یا انہیں نقصان پہنچا ہے

اپریل 2024 تک
18.5 بلین ڈالرز سے زائد کا انفراسٹرکچر تباہ ہوا ہے

بین الاقوامی برادری بالخصوص عالمِ اسلام کو
متحد ہو کر اپنی انسانی، سیاسی
اور قانونی ذمہ داری ادا کرنا ہوگی۔

مسئلہ فلسطین

کے مستقل حل اور مظلوموں کو انصاف دلوانے کیلئے

A Public Awareness Message

مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاھور

اگست 2024ء / صفر المظفر 1446ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر:
- محمد احمد رضا
- واصف علی

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3

اداریہ

2	دستک		4

پاکستان نمبر

معیشت

3	پاکستان کی بلیو اکانومی (بحری معیشت) کی بحالی	ڈاکٹر حسن یاسر ملک	6

سائنس اور ٹیکنالوجی

4	پاکستان میں خلائی تحقیق کا تاریخی جائزہ	ذیشان القادری	8
5	پاکستان میں سائبر خطرات اور سائبر سکیورٹی کا نظام	آصف تنویر اعوان ایڈووکیٹ	13
6	پاکستان میں حیاتیاتی تنوّع کا تحفّظ اور بقا: ایک جائزہ	ڈاکٹر جاوید حسین	18

بین الاقوامی سیاست

7	اقوام متحدہ کے عالمی امن دستے: عالمی امن میں پاکستان کا کردار	جاوید اقبال	24
8	پاکستان کی خارجہ پالیسی اور عرب دنیا: موجودہ عالمی تناظر	محمد محبوب	27

سماج

9	تمدنی شعور (Civic Sense) کی تعمیرِ نو کی ضرورت	محمد ذیشان دانش	31

ثقافت

10	پاکستان کا ثقافتی و مذہبی تنوّع	وسیم فارابی	34
11	پاکستان کا ثقافتی ورثہ: مغلیہ عہد کی تعمیرات کا فنی مطالعہ	حسن رضا (آرکیٹیکٹ)	40

قومی زبان

12	اُردو زبان ہی کیوں؟	ڈاکٹر میر یوسف میر	45
13	پاکستان	ڈاکٹر عظمیٰ زرین نازیہ	48
14	”اپنی مٹی سے ہی رونق ہے پذیرائی بھی“	مستحسن رضا جامی	49

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
80 روپے	110 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 960 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1320 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-1275009

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندروڈ، لاہور سے چھپوا کر 698-BS-8 تاج کمپنی چوک نزد ایم سی بی چوہان روڈ بندروڈ لاہور سے شائع کیا

اللّٰہ

"وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ"

"اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے آگاہ فرمایا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب یقیناً سخت ہے"-(ابراہیم:7)

"حضرت مغیرہ بن شُعبہ (رضی اللہ عنہ) بیان فرماتے ہیں کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اتنا (زیادہ) قیام فرمایا یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاؤں مبارک پہ ورم آگیا (سُوج گئے) تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کی گئی (یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپؐ اتنا تکلف کیوں کرتے ہیں جبکہ) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں؟"-(صحیح البخاری، کِتَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ)

سرِّ ربّانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین
سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
فرمان

"اے فرزند! علم سیکھ اور مخلص بن! تاکہ تُو نفاق کی قید اور اس کے جال سے نجات حاصل کرلے- علم محض اللہ عزوجل کے لیے پڑھ نہ کہ مخلوق اور دنیا کے لیے- اللہ تعالیٰ کے لیے علم حاصل کرنے کی علامت یہ ہے کہ امر اور نہی کے وقت تجھے اللہ تعالیٰ کا خوف ہو- اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھ اور اسی کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کر اور مخلوق سے بے غرض ہو کر ان کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے، ان کے ہاتھوں کی چیزوں میں طمع نہ ہو- اللہ ہی کے لیے دوستی رکھ اور اسی کے لیے دشمنی کیونکہ غیر اللہ کے لیے دوستی عداوت (دُشمنی) ہے- غیر اللہ کیلئے ثابت قدمی زوال ہے، غیر اللہ کے لیے عطا کرنا محرومی ہے- سیّدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "اَلْاِيْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفٌ صَبْرٌ وَّ نِصْفٌ شُكْرٌ" ایمان کے دو حصے ہیں ایک حصہ صبر اور ایک حصہ شکر ہے"- اگر تُو مصیبت میں صبر اور نعمت پر شکر نہیں کرے گا تو در حقیقت تُو مؤمن نہیں- اسلام کی یہی حقیقت ہے کہ سب کچھ اللہ کو سونپ کر راضی برضا رہے- اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی ذاتِ اقدس پر توکل، اپنی فرمانبرداری، اپنے ذکر، اپنی موافقت اور اپنی توحید کے ساتھ کو زندہ رکھ"- (الفتح الربانی)

سُلطانُ العارفین
حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ
فرمان

بے ادباں ناں سار ادب دی گئے ادباں توں وانجے ھو
جیہڑے تھاں مٹی دے بھانڈے کدی نہ ہوندے کانجے ھو
جیہڑے مڈھ قدیم دے کھیڑے ہوون کدی نہ ہوندے رانجھے ھو
جیں دل حضور نہ منگیا باھو گئے دوہیں جہانیں وانجے ھو
(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"دنیا کے ہر گوشہ میں جہاں کہیں بھی مسلمان ہوں، تمام مساجد میں، ہزاروں کے اجتماعات میں رب جلیل کے حضور بڑی عجز و انکساری سے سجدہ ریز ہو جائیں اور اس کی نوازش پیہم اور فیاضی کا شکریہ ادا کریں اور پاکستان کو ایک عظیم ملک اور خود کو اس کے شایانِ شان شہری بنانے کے کام میں اس قادر مطلق کی ہدایت اور اعانت طلب کریں-(پاکستان براڈکاسٹنگ سروس کی افتتاحی تقریب پر قوم کے نام پیغام، کراچی 15 اگست 1947ء)"-

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

میں بندہ ناداں ہوں، مگر شکر ہے تیرا
رکھتا ہوں نہاں خانہ لاہوت سے پیوند
لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضا مند!
(ضربِ کلیم)

نسلِ نو کا فکری جمود: تدارک وسدّباب

یہ حقیقت ہے کہ انسانی زندگی میں ٹھہراؤ ناکامی جبکہ جہدِ مسلسل کامیابی کا زینہ ہے- بالخصوص اگر انسانی فکر جمود و انحطاط کا شکار ہو جائے تو انسان کی شعوری قوت ناکارہ اور زندگی بے مقصد ہو جاتی ہے کیونکہ فکر عمل کا سرچشمہ ہوتی ہے جو انسان کو ہمہ وقت متحرک رکھتی ہے- گویا انسان کا ہر عمل اس کی فکر کا عکاس ہوتا ہے- فکری جمود سے نہ صرف انسان علمی، اخلاقی اور تعلیمی و تحقیقی طور پر پسماندہ ہو جاتا ہے، بلکہ معاشرہ بحیثیت مجموعی معاشی، تہذیبی، ادبی، سیاسی اور آئینی و اقتصادی زبوں حالی کا شکار ہو جاتا ہے- اس کے برعکس فکری تحرک و تازگی اور ندرت فکر و خیال قوموں کی اجتماعی حیات کی بقاء اور جہانِ نو کی تخلیق کے لیے ناگزیر ہے- ہر دور میں ترقی یافتہ قومیں اپنی تاریخی، علمی، تحقیقی، ثقافتی، سماجی اور تخلیقی بقاء کے لیے نت نئے افکار و خیالات کی جستجو میں رہی ہیں- تاریخ انسانی میں جتنی بھی جدت اور انقلاب آئے ان کے پیچھے افراد کی فکر ہی کارفرما رہی ہے- اس کے برعکس اگر کسی قوم کے افراد فکری طور پر مغلوب اور فکری تساہل پسندی کا شکار ہو جائیں تو وہ قومیں تباہ ہو جایا کرتی ہیں- اگر دیکھا جائے تو عصر حاضر میں مسلم اُمہ کی نسلِ نو بدترین فکری جمود و زوال کا شکار ہے جس کی وجہ سے علم و فن، تخلیق و تحقیق غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں بہت پیچھے ہے- جس کا اندازہ اس بات لگایا جاسکتا ہے کہ 50 بہترین عالمی جامعات کی حالیہ درجہ بندی مسلم ممالک کی ایک یونیورسٹی بھی شامل نہیں-

موجودہ صدی سائنٹیفک ریسرچ کی صدی کہلاتی ہے- سائنٹیفک ریسرچ کی بات کریں تو اس وقت دنیا میں ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ سیکٹر میں جو 24 ممالک آتے ہیں اس میں ایک بھی مسلم ملک شامل نہیں جبکہ پاکستان کا اس میں 42واں نمبر ہے- اس کے علاوہ سائنٹیفک پبلیکیشنز کے لحاظ سے دنیا کے 10 بڑے ممالک کی فہرست میں کوئی مسلم ملک شامل نہیں ہے- اسی طرح نوبل پرائز کی 122 سالہ تاریخ میں سائنس کے شعبہ میں اب تک صرف 3 مسلم سائنسدانوں نے نوبل انعام جیتا ہے- مزید یہ کہ گزشتہ 200 برس میں مُسلم امّہ نے کوئی ایسی ایجاد نہیں کی جس نے مسلم دنیا پر بالعموم اور اور پوری دنیا پہ بالخصوص گہرے اثرات مرتب کیے ہوں- اس کے برعکس صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) مغرب کی ایک انقلابی پیش رفت تھی جس نے مسلم تہذیب پر بھی گہرا اثر ڈالا- موجودہ دور میں آرٹیفیشل انٹیلی جنس جیسی مغربی ایجادات بھی ہمارے سامنے ہیں- دوسری طرف مسلم دنیا اس وقت پوری دنیا کا 25 فیصد اور ہر طرح کے وسائل سے مالامال ہونے کے باجود معاشی و سیاسی عدم استحکام سے دوچار ہے کیونکہ مسلمانوں کے پاس ایسی فکری اور آئیڈیل قیادت ناپید ہو چکی ہے جو ان مسائل سے نکال سکے-

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کی تقریباً 60 فیصد آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے لیکن بد قسمتی سے نسلِ نو میں تعلیم و تربیت اور یقین و اعتماد کے فقدان کے ساتھ ساتھ فکری پستی بھی پائی جاتی ہے- پاکستان میں تحقیقی ادارے تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں اور نہ ہی ملک کے تعلیمی اداروں میں معیاری تحقیق پر کوئی خاص توجہ دی جاتی ہے- اس کے علاوہ ہمارے ہاں لائبریریز اور کتب بینی (جو فکری نمو کا بنیادی جزو ہے) کا کلچر ناپید ہے جس کی وجہ سے نئی نسل میں تحقیق کی دلچسپی نہیں اور وہ فکری و تحقیقی تنگدستی کا شکار ہے حالانکہ کتاب سے دوستی اور لائبریریز (کتب خانوں) کے قیام سے شغف مسلمانوں کے سنہری دور کی شاندار روایت رہی ہے- فکر و دانش کو پروان چڑھانے میں لائبریری کلچر انتہائی اہمیت کا حامل ہے جو بد قسمتی سے اس وقت باقی دنیا کی نسبت دنیائے اسلام میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص زبوں حالی کا شکار ہے- پاکستان میں کتب خانے نہ ہونے کے برابر ہیں- جب سے ہم نے کتابوں سے دوستی ترک کی ہم ہر میدان میں ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں- خاص طور پر ہماری نئی نسل (جسے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی لت پڑ گئی ہے) کتاب پڑھنے کی بجائے شارٹ کٹ

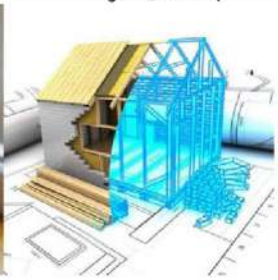

تلاش کر کے آگے نکلنا چاہتی ہے جو محض خام خیالی کے سوا کچھ نہیں-کتب بینی کا شوق نہ ہونے اور زحمتِ فکر و تدبّر گوارا نہ کرنے کی وجہ سے نسلِ نو کی تخلیقی و فکری صلاحیت دم توڑ چکی ہے-اسی طرح اُردو پاکستان کی قومی زبان ہے لیکن آج اردو میں اچھی اور معیاری کتب نایاب ہیں-اگر بمشکل کوئی تھوڑی بہت کتابیں مارکیٹ میں آجائیں تو ان میں بھی غیر جانبدارانہ تحقیق کی بجائے فرقہ ورانہ افکار و نظریات کا غلبہ ہوتا ہے-اس کے علاوہ ہمارے ہاں سرقہ شدہ تصنیفی کلچر یعنی کاپی پیسٹ کا رواج عام ہو گیا ہے جو بالخصوص پاکستان کے تعلیمی اداروں میں بہت زیادہ ہے جس سے ہماری علمی و تحقیقی میدان میں قحط الرجال کی عکاسی ہوتی ہے-مزید ہماری نئی نسل کا فکری المیہ ہے کہ وہ کماحقہ آشنا ہی نہیں ہے کہ بطور قومی و ملیّ فرد کے ہماری ترجیحات اور ذمہ داریاں کیا ہونی چاہییں؟ ہم کیسے بہتر انداز میں ملک و قوم کی خدمت کر سکتے ہیں؟ جدید دور میں آگے بڑھنے اور بدلتے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کے لیے از حد ضروری ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کی علمی اور تحقیقی و فکری آبیاری کریں جس کے لیے جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ اجتہادی، فکری، تحقیقی اور تخلیقی اداروں کا قیام عمل میں لانا چاہیے-

مزید بر آں ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیمی اداروں میں ایسا نصاب تشکیل دیا جائے جو ان کی فکری آبیاری اور فکری صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے مفید و مؤثر ہو جس کے لیے بچوں میں فلسفہ و منطق اور طبیعات و ریاضی جیسے مضامین میں اوائل عمری (بنیادی تعلیم) سے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے-یاد رہے اگر ہم نے اپنی نئی نسل کو فکری جمود و تنزلی سے نہ بچایا اور ان میں جدتِ کردار کے ساتھ ساتھ جدتِ افکار کی روح نہ پھونکی تو ہمارا مستقبل تاریک ہو جائے گا-بقولِ حکیم الاُمت:

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خِشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

عرضِ مُدیر: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل کو ایک طویل عرصہ سے یہ اعزاز حاصل ہے کہ مختلف مواقع پہ پاکستان کی نظریاتی اَساس اور تاریخ پہ خاص اشاعتوں کا اہتمام کرتا رہا ہے-ماہِ آزادی کی مناسبت سے اِس مرتبہ بھی لاکھوں قربانیوں کے حاصل اس وطنِ عزیز پہ خاص اشاعت کا اجراء کیا جا رہا ہے، مگر اس شمارہ میں تاریخی تناظر کی بجائے مسائل اور وسائل کے تجزیے کو نمایاں کیا گیا ہے-تاکہ ہم یہ جاننے میں مدد حاصل کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور ان نعمتوں کا راست استعمال کس طرح ممکن ہے-

پاکستان کی بلیو اکانومی
بحری معیشت کی بحالی

لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر حسن یاسر ملک (ر)

بلیو اکانومی یا بحری معیشت سے مراد سمندری ذرائع سے حاصل ہونے والی کسی بھی طرح کی آمدن ہے- عالمی سطح پر حجم کے حساب سے 80 فیصد اور قدر کے حساب سے 70 فیصد تجارت سمندر کے ذریعے ہوتی ہے جس میں خاطر خواہ اضافہ بھی ہو رہا ہے- 2020ء میں ایشیائی بندرگاہیں بالترتیب 41 فیصد اور 62 فیصد سامانِ تجارت کو بھیجنے اور اتارنے کا ذریعہ بنیں- سمندری تجارت کو محض اس وجہ سے اہمیت حاصل نہیں ہے کہ یہ ترسیل کا سستا ترین ذریعہ ہے- سمندر کے ذریعے سامان کی ترسیل بالترتیب ریل، سڑک اور ہوائی ذرائع سے 10، 45 اور 163 گنا سستی ہے- جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اس کی 95 فیصد تجارت سمندر کے راستے ہوتی ہے- اگرچہ پاکستان کی تجارتی ترسیل کا بھاری انحصار سمندری ذرائع پر ہے، اس کی ساحلی پٹی 1050 کلومیٹر طویل ہے اور اس کا بحرِ ہند پر 290058 کلومیٹر تک پھیلا ہوا وسیع تر معاشی رقبہ (Exclusive Economic Zone) ہے جس کے ذریعے دنیا کے 70 فیصد تیل کی ترسیل ہوتی ہے لیکن ان تمام عوامل کے باوجود پاکستان ان وسائل کو بروئے کار لا کر خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکا ہے- پاکستان کی بلیو اکانومی کے تجزیے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی کو سمجھا جائے- کسی بھی بلیو اکانومی کے بنیادی طور پہ درج ذیل پہلو ہوتے ہیں:

- ساحلی سیاحت
- ماہی گیری اور سمندری حیات (aqua culture)
- جہاز سازی
- بندرگاہ کی سرگرمیاں
- سمندری حدود میں موجود ہائیڈرو کاربن
- باد اور شمسی توانائی کی شکل میں قابلِ تجدید توانائی کے ذرائع

اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کے پاس دنیا کے 200 ممالک میں سے 1000 کلومیٹر طویل ساحلی پٹی ہے جو کہ دنیا میں 44 ویں نمبر پہ آتی ہے لیکن پاکستان میں ساحلی سیاحت برائے نام بھی نہیں ہے- اس مد میں پاکستان صرف 50000 امریکی ڈالر سالانہ کماتا ہے جو کہ انتہائی معمولی ہے کیونکہ عالمی سطح پر بلیو اکانومی کا 62 فیصد ساحلی سیاحت پر مشتمل ہے، اس لیے اس پہلو پر توجہ دینے کی ضرورت ہے- قابلِ غور امر یہ ہے کہ پاکستان کے ساحلی پانیوں میں تنوع ہے جس میں مغربی نیلے پانیوں (Turquoise Blue Waters) سے لے کر مشرقی بھورے جنگلاتی پانی (Mangroves forests) شامل ہیں- پاکستان اپنی ساحلی سیاحت سے 4 ارب ڈالر سالانہ تک کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے-

ماہی گیری اور سمندری حیات کے حوالے سے بھی کہانی کچھ زیادہ مختلف نہیں- عالمی سطح پر موجودہ دور میں مچھلی کی اوسط کھپت 22 کلو گرام ہے جبکہ پاکستان میں یہ 2 کلو گرام سے بھی کم ہے- یہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شعبے میں دلچسپی اور آگاہی کا فقدان ہے باجود اس کے کہ یہ اہم ترین اور سستا ترین ذریعہ آمدنی ہے- تیزی سے پھیلتے ہوئے شہر، زرعی زمینوں کو رہائشی سوسائٹیوں میں بدلنا اور پانی کی بڑھتی ہوئی قلت جیسے عوامل کے باعث ایک تخمینے کے مطابق پاکستان

غذائی عدمِ تحفظ و عدمِ استحکام میں داخل ہو چکا ہے اور اس کا حقیقت پسندانہ حل یہ ہے کہ مچھلی کو بطور غذا استعمال کیا جائے- اس ضمن میں پاکستان میں 4 بلین ڈالر منافع کمانے کی صلاحیت ہے جبکہ یہ محض 450 ملین ڈالر کما رہا ہے-

بحری جہازوں کی صنعت میں بھی بد قسمتی سے دیکھا گیا ہے کہ کارکردگی غیر تسلی بخش ہے اور پاکستانی بحری بیڑوں کی تعداد میں اضافہ کی بجائے ان کی تعداد 71 سے 11 رہ گئی ہے- ان 11 میں سے 6 تیل بردار اور 5 مال بردار ہیں جو کہ صرف 5 فیصد تجارت کا ذریعہ ہیں جس کی وجہ سے پاکستان 5 سے 6 بلین ڈالر سالانہ کا قیمتی زرِ مبادلہ غیر ملکی مال بردار بحری جہازوں پر خرچ کرنے پہ مجبور ہے- اس صورتحال میں کچھ بھی متوقع ہو سکتا ہے- مثلاً مال بردار جہاں کرایہ بڑھا دیں یا ممکن ہے کہ جنگ کے دنوں میں یہ جہاز حالات کے باعث دستیاب ہی نہ ہوں- پاکستان کی بحری بیڑہ تیار کرنے کی موجودہ صلاحیت 2600 ٹن ہے جبکہ سپر ٹینکر 5 لاکھ ٹن سے زیادہ وزنی ہوتے ہیں- مزید بر آں قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ بحری جہاز کے تعمیری شعبے کی طرح پاکستان اپنی جہاز توڑنے کی صنعت بھی گنوا بیٹھا ہے- گڈانی کی جہاز توڑنے کی صنعت کلکتہ اور بنگلہ دیش کے سامنے اپنی حیثیت کھو چکی ہے-

ساحلی سرگرمیوں کے ذریعے عالمی سطح پر کمائی کا تناسب معیشت کا 11 فیصد ہے- پاکستان کے پاس عملی طور پر صرف تین مستعمل بندرگاہیں ہیں جن میں کراچی، پورٹ قاسم اور گوادر شامل ہیں جبکہ پاکستان کو ضرورت ہے کہ وہ اورماڑہ، پسنی اور جیونی کی بندرگاہوں کو ترقی دے تاکہ صوبائی اور قومی سطح پہ زرِ مبادلہ کمایا جا سکے لیکن اس جانب توجہ کا فقدان ہے-

"Exclusive Economic Zone" کی وسعت 350 ناٹیکل میل تک ملنے کے باوجود سمندر میں تیل کی تلاش محض 2017ء میں شروع کی گئی، باوجود اس کے کہ ہائیڈرو کاربن کے ذرائع موجود ہیں- اس تلاش کو بھی سفارتی اور سٹریٹیجک مسائل کی وجہ سے روک دیا گیا تھا جبکہ وقت اور حالات کا تقاضا یہ ہے کہ اس تلاش کو جاری رکھا جائے- دانشمندی کا تقاضا ہے کہ ایک شمسی توانائی کا پارک سمندر کے اوپر تعمیر کیا جائے جیسا کہ چین نے کیا ہے اور اس پارک کو تعمیر کرکے ہوائی پن چکی سے زیادہ سے زیادہ بجلی پیدا کی جا سکتی ہے جس سے سمندری ہوا کا بہترین استعمال ہو گا- ابھی تک صرف 1845 میگاواٹ بجلی پیدا کی جا رہی ہے اور وہ بھی 36 نجی پراجیکٹس کے ذریعے جو کہ گاڑھو اور کیٹی بندر کے علاقوں میں واقع ہیں جبکہ یہاں پیداواری صلاحیت 50 ہزار میگاواٹ ہے-

پاکستان کے لیے لازم ہے کہ بلیو اکانومی کو فروغ دے تاکہ معاشی سفارت کاری کا تسلسل اور توازن برقرار رہے کیونکہ موجودہ دور عالمی سطح پر باہمی انحصار کا دور ہے-

چونکہ پاکستان کو طویل ترین ساحلی پٹی، پانچ بڑے دریاؤں اور دنیا کے بڑے نہری نظام سے نوازا گیا ہے تو کم از کم ماہی گیری، ترسیلات اور ہائیڈروپاور جنریشن کے لیے انہیں بھی بلیو اکانومی کا حصہ بنایا جانا چاہیے- ڈینیوب، مکونگ، سارووا، میگھنا اور پدما دریا اس کی مثالیں ہیں جہاں سے بنگلہ دیش نے مالی سال 2019ء اور 2020ء میں 27.8 لاکھ ٹن کارگو اندرونی آبی ذرائع سے ترسیل کیا- پاکستان بھی اپنے 10370 کلومیٹر طویل اندرونی آبی راستوں کو ترسیل کے لیے استعمال کر سکتا ہے- جہاں تک سمندری تجارت کا تعلق ہے بحری جہازوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ 3 سال کے عرصے میں بندرگاہ کی صلاحیت 37 ملین سے 217 ملین ٹن سالانہ بڑھائی جانی چاہئے- گوادر کو ایک سمارٹ (خودکار) بندرگاہ میں تبدیل کیا جائے- ایک تخمینے کے مطابق 2050ء تک عالمی سطح پر تیل اور گیس کی ضروریات آبی ذرائع سے پوری ہوں گی جس کیلئے بے حد ضروری ہے کہ پاکستان متواتر اپنی سمندری دریافت اور کھدائی جاری رکھے- چین، جرمنی، روس اور ترکی جیسے ممالک کے ساتھ شراکت داری کرے- تیل اور گیس کے علاوہ دوسرے زیرِ آب وسائل جیسا کہ تانبا، نکل، سونا، چاندی اور فاسفورس ان کو بھی تلاش کیا جائے-

☆☆☆

پاکستان میں خلائی تحقیق کا تاریخی جائزہ

ذیشان القادری

کائنات رب العالمین کی ملکیت ہے لیکن ملکِ پاکستان اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک انمول خزانہ ہے جس کا حصول دینِ اسلام کی خاطر کیا گیا- قائد اعظم کے مطابق پاکستان کو اسلامی تجربہ گاہ بنایا جائے گا جہاں اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق نظام ترتیب دیا جائے گا- اس ضمن میں ایک اہم پہلو سائنسی تحقیق اور کائنات کی تسخیر کا ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں جابجا ارشادات ملتے ہیں- اس پہلو سے انسان کو تخلیق کائنات پر غور و فکر، اجرام فلکی پر تحقیق، قوانین فطرت اور کائنات کا مشاہدہ، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو کائنات میں دیکھ کر اپنے اندر کی وسعتوں کا بھی اندازہ لگانے کا موقع میسر آتا ہے- انسان بری، بحری اور فضاؤں کی تسخیر کے ساتھ ساتھ خلا میں بھی اپنے قدم رکھ چکا ہے- موجودہ دور میں خلائی تحقیق کا شعبہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے- خلائی تحقیق (Space Research) میں زمین کی سطح (ریموٹ سینسنگ کے ذریعے)، علمِ موسمیات (Meteorology)، آب و ہوا (Climate)، سیاروں اور دیگر اجرام نظام شمسی، فضا کی مختلف تہوں اور خلا میں آسٹروفزکس اور میٹریل سائنسز وغیرہ کا مطالعہ شامل ہے-[1] خلائی تحقیق سے براہ راست نشریات، انٹرنیٹ، مواصلات، موسمیاتی پیشن گوئی، نقشہ جات، جی پی ایس، معدنیات کی تلاش، پانی کے ذخائر کا انتظام، قدرتی آفات سے نمٹنے اور قومی سلامتی کے تحفظ جیسے کاموں میں استفادہ کیا جا سکتا ہے-

پاکستان کی خلائی تحقیق کے مقاصد و فوائد:

پاکستان کا خلائی پروگرام زیادہ تر سماجی اقتصادیات کے عناصر (Socio-Economic Factors) کے گرد گھومتا ہے-[2] پاکستان کی خلائی تحقیق کے مقاصد میں ریموٹ سینسنگ، جیوگرافک انفارمیشن سسٹم، ٹیلی کمیونیکیشن اور آئینو سفیئر کا مطالعہ وغیرہ شامل ہیں-[3] پاکستان میں سپیس پروگرام سے نت نئی ایجادات، ہائی ٹیک نوکریاں اور ملک کی تعلیمی اور تحقیقی پروفائل کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی جس سے پڑھے لکھنے نوجوانوں کو ملک میں سائنس و ٹیکنالوجی میں اپنا کردار ادا کرنے کا موقع بھی میسر آئے گا اور مقامی طور پر تیار کردہ ٹیکنالوجی میں پیش رفت ہوگی-

پاکستان کی خلائی تحقیق کی تاریخ:

پاکستان کے خلائی پروگرام کی ابتدا نہایت شاندار طریقے سے ہوئی- روس کے پہلے سیٹلائٹ Sputnik-1 کے لانچ کے ساتھ ہی 1957ء میں پنجاب یونیورسٹی میں خلائی تحقیق کا آغاز کر دیا گیا تھا- امریکی صدر جان ایف کینیڈی امریکہ کے چاند پر پہلا قدم رکھنے کے سلسلے میں کافی پرجوش تھے- 1961ء میں صدر ایوب خان کے امریکہ کے دورہ کے موقع پر پاکستانی سائنسدانوں کی ناسا (NASA) کے

[1]https://www.sciencedirect.com/journal/advances-in-space-research/about/aims-and-scope

[2]Policy Vision, National Space Policy Pakistan, Pakistan Space & Upper Atmosphere Research Commission (SUPARCO) (Retrieved from: https://suparco.gov.pk/wp-content/uploads/2024/01/National-Space-Policy.pdf)

[3]Pakistan Space Activities, Handbook of Space Security, Springer, Second Edition, 2020, Page No. 1457

اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹر انٹرنیشنل افیئرز کے ساتھ میٹنگ ہوئی- ناسا کو چاند کے مشنز (Apollo Program) کے سلسلے میں بحر ہند کی بالائی فضا (Upper Atmosphere) میں ہواؤں کی حرکیات (Wind Dynamics) کی معلومات چاہیے تھی- اس وقت امریکہ نے پاکستانی سائنسدانوں، انجینئرز اور ٹیکنیشنز کو بنیادی تربیت اور ضروری ساز وسامان مہیا کیا-

پاکستان میں سپیس سائنس کے تعلیمی ادارے:

پاکستان میں تین ادارے سپیس سائنس کی ایجوکیشن فراہم کرتے ہیں جن میں انسٹیٹیوٹ آف سپیس اینڈ ٹیکنالوجی (IST)؛ ڈیپارٹمنٹ آف سپیس سائنس، پنجاب یونیورسٹی؛ اور انسٹیوٹ آف سپیس سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، یونیورسٹی آف کراچی شامل ہیں-[4] ان اداروں میں گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ اور پی ایچ ڈی سطح تک سپیس ایجوکیشن فراہم کی جاتی ہے-

قومی خلائی ایجنسی کا قیام:

پاکستان سپیس اینڈ اپر ایٹماسفیئر ریسرچ کمیٹی کو 1961ء میں پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے خلائی شعبے کے طور پر قائم کیا گیا-[5] اس کمیٹی نے امریکی، برطانوی اور فرانسیسی خلائی اداروں؛

- US National Aeronautics and Space Administration (NASA),
- British National Space Centre (BNSC),
- French Centre National d'Etudes Spatiales (CNES)

کی مدد سے راہبر ساؤنڈنگ راکٹ تیار کر کے بالائی فضا میں ہوا اور درجہ حرارت کی معلومات حاصل کرنے کے حوالے سے تجربات کیے-[6] 1964ء میں اس کمیٹی کو پاکستان اٹامک انرجی کمیشن سے علیحدہ کر دیا گیا اور پھر 1981ء میں صدارتی آرڈیننس کے ذریعے پاکستان سپیس اینڈ اپر ایٹماسفیئر ریسرچ کمیشن (SUPARCO) کا قیام عمل میں لایا گیا-

ابتدائی سرگرمیاں:

اپنے قیام کے چند برس بعد سپارکو نے 30 سے 50 کلو گرام کے سائنسی پے لوڈ کو ساؤنڈنگ راکٹ کے ذریعے 200 سے 500 کلومیٹر تک لے جانے کی صلاحیت حاصل کر لی- 1970ء کی دہائی میں اسلام آباد میں قائد اعظم یونیورسٹی میں آئنیوسفیرک سٹیشن قائم کیا گیا- 1975ء میں آئنیوسفیر کی تحقیق کے لیے سپارکو نے ناسا کے تجرباتی مواصلاتی سیٹلائٹ ATS-6 سے ڈیٹا حاصل کرنے کے لیے گراؤنڈ ریسیونگ اکوپمنٹ خود بنایا-[7] 1973ء میں سپارکو نے ریموٹ سینسنگ ریسرچ گروپ کا قیام عمل میں لایا جو کہ ریموٹلی سینسڈ ڈیٹا (Remotely Sensed Data) کا حصول (Acquisition) اور وضاحت (Interpretation) کرتا ہے-[8] یہ گروپ ملک کے نیشنل ریموٹ سینسنگ سینٹر (RESACENT) کے طور پر کام کرتا ہے- 1984ء میں فضائی آلودگی کے حوالے سے اوزون اور معلق ذرات کی مقدار معلوم کرنے کا مطالعہ شروع کیا گیا- اس کے علاوہ 1989ء میں روات کے نزدیک ناسا کا لینڈسیٹ گراؤنڈ سٹیشن بنایا گیا-[9] اس سٹیشن پر امریکہ کے لینڈ سیٹ (Landsat)، نوا (NOAA) اور فرانسیسی سپاٹ (SPOT) سیریز کے سیٹلائٹ سے ڈیٹا لیا جاتا رہا-

ساؤنڈنگ راکٹ:

ساؤنڈنگ راکٹ سائنسی آلات کو خلا میں لے جاتے ہیں اور ان کا خلا میں دورانیہ 5 سے 20 منٹ کا ہوتا ہے جس میں سائنسی تجربات کیے جاتے ہیں-[10] یہ راکٹ انتہائی

---

[4]Pakistan Space Activities, Handbook of Space Security, Springer, Second Edition, 2020, Page No. 1460
[5]https://southasiajournal.net/pakistans-space-initiative
[6]Pakistan's Space Programme, Salim Mehmud, Space Policy, Volume 5, Issue 3, August 1989, Page No. 218
[7]I.b.i.d, Page No. 224
[8]Remote-sensing Applications in Pakistan: Current Status and Future Programs, Int. J. Remote Sensing, 1986, Vol. 7, No. 9, Page No. 1147
[9]https://www.eurasiareview.com/04092023-pakistans-space-program-oped
[10]https://www.nasa.gov/soundingrockets/overview

مناسب لاگت میں تیار ہوتے ہیں- 1962ء میں پاکستان نے پہلا ساؤنڈنگ راکٹ راہبر-1 صرف 9 ماہ کی مدت میں تیار کیا-[11] یہ راکٹ لانچ کرنے پر پاکستان خلا میں راکٹ بھیجنے والا ایشیاء کا تیسرا ملک بن گیا- اس کے چند دن بعد ہی راہبر-2 کو بھی لانچ کیا گیا-[12] یہ راکٹ سومیانی لانچنگ پیڈ، ضلع لسبیلہ سے لانچ کیے گئے- اس کے علاوہ شہپر اور راہنما سیریز کے راکٹ بھی لانچ کیے گئے- 1962ء سے 1972ء کے درمیان پاکستان نے 200 ساؤنڈنگ راکٹ فضا میں بھیجے- ان راکٹ سے حاصل کی گئی معلومات ورلڈ ڈیٹا سینٹر سے بھی شیئر کی گئیں-[13] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلائی تحقیق کے پاکستانی اداروں نے ابتداء ہی میں عالمی سطح پہ خلائی تحقیق میں اپنا نام بنالیا تھا-

سیٹلائٹ:

راکٹ کے بعد پاکستان نے ریموٹ سینسنگ، مواصلات، نیوی گیشن اور تحقیق کیلئے مختلف سیٹلائٹ خلا میں بھیجے-

• Badar-1

پاکستان کے پہلے سیٹلائٹ بدر-1 کو مقامی طور پر تیار کردہ سیٹلائٹ کو خلائی ماحول میں جانچنے، ریئل ٹائم وائس اور ڈیٹا کمیونیکیشن کو دو گراونڈ سٹیشنز کے مابین تجربات کے لیے استعمال کیا گیا- بدر-1 کو 1990 میں شی چھانگ سیٹلائٹ لانچ سینٹر (Xichang Satellite Launch Centre) سے چائینیز راکٹ مارچ E2 کے ذریعے زیریں زمینی مدار (Low Earth Orbit) میں لانچ کیا گیا-[14]

• Badar-B

بدر-B پاکستان کا پہلا ریموٹ سینسنگ سیٹلائٹ ہے جسے 2001 میں لانچ کیا گیا- اس سیٹلائٹ کا مقصد سیٹلائٹ کنٹرول میں بہتری، سی سی ڈی سینسرز سے زمین کی تصاویر لینا، خلا کے موسم کا ڈیٹا حاصل کرنا اور کاربن اور دیگر وسائل کی پاکستان کے مختلف حصوں میں دریافت تھا-[15] بدر-B کو بائی کونور کاسموڈروم قازقستان سے روسکاموس (روسی خلائی ایجنسی) سے اس کے راکٹ Zenit-2 کے ذریعے لانچ کیا گیا-

• PakSat-1R

پاکستان کا پہلا کمیونیکیشن سیٹلائٹ پاک سیٹ-1R ہے جو کہ چائنہ کے اشتراک سے بنا کر 2011 میں لانچ کیا گیا- اسے Xichang Satellite Launch Center سے لانگ مارچ B3 راکٹ کے ذریعے خلا میں بھیجا گیا- ملک کے نصف سے زائد ٹی وی چینلز اور نشریات اس سے منسلک ہیں- اس سے پاکستان کے دیہی علاقوں میں بھی کمیونیکیشن سروسز کو پھیلانے کا موقع ملا جبکہ سیلولر کمپنیز بھی اسے پہلی ترجیح کے طور پر استعمال کرتی ہیں- اس میں 12 ایکٹو C بینڈ اور 18 ایکٹو Ku بینڈ ہیں-[16]

• ICube-1

2013 میں انسٹیٹیوٹ آف سپیس اینڈ ٹیکنالوجی نے آئی کیوب-1 سیٹلائٹ تیار کر کے روس میں یسنے لانچ بیس (Yasnay Launch Base) سے ڈنیپر (Dnepr) راکٹ پر خلا میں بھیجا-[17] اس سیٹلائٹ سے خلا سے متعلق مختلف سائنسز میں تحقیق پر پیش رفت ہو گی- اس قسم کے نینو

[11] https://www.trtworld.com/magazine/why-did-pakistan-fall-behind-india-in-the-space-race-despite-a-head-start-14933979

[12] http://www.astronautix.com/p/pakistan.html

[13] Pakistan's space programme, Salim Mehmud, Space Policy, Volume 5, Issue 3, August 1989, Page No. 218

[14] Space Policy in Developing Countries, Robert C. Harding, Routledge, 2013, Page No. 186

[15] https://web.archive.org/web/20180703085935/http://www.suparco.gov.pk/pages/badrb.asp?badrblinksid=1
Pakistan Space Activities, Handbook of Space Security, Springer, Second Edition, 2020, Page No. 1458

[16] Ibid

[17] https://www.ist.edu.pk/news-2013-icube-1-launch

سیٹلائٹ بہت موئثر بہ لاگت (cost effective) پڑتے ہیں۔[18] اس سیٹلائٹ کا وزن محض ایک کلو گرام ہے۔

- **PRSS-1 and PakTes-1A**

2016ء میں چائینہ گریٹ وال انڈسٹری کارپوریشن سے پی آر ایس ایس-1 کو تیار کرنے کا معاہدہ طے پایا۔ ان ریموٹ سینسنگ سیٹلائٹ سے لی گئی تصاویر کو قدرتی وسائل کا اندازہ لگانے، ماحولیاتی تبدیلی جانچنے اور قدرتی آفات سے بروقت آگاہی حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے مثال کے طور پر ان سے گلیشیرز پگھلنے، گرین ہاؤس گیسز، پانی کے ذخائر اور اس کی تقسیم کے متعلق معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح جنگلات کو لگنے والی آگ اور سیلابی صورتحال کو بھی مانیٹر کیا جا سکتا ہے۔[19] پی آر ایس ایس-1 کو سی پیک کی نگرانی کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا۔[20] پاک ٹیس-A1 پاکستان کا پہلا مقامی طور پر تیار کردہ ریموٹ سینسنگ سیٹلائٹ ہے۔ 2018ء میں پی آر ایس ایس-1 اور پاک ٹیس -A1 کو لانگ مارچ C2 کے ذریعے جیوچھوان سیٹلائٹ لانچ سینٹر (Jiuquan Satellite Launch Center) سے خلا میں بھیجا گیا۔

- **PakTes-1B**

2023ء میں پاکستان نے چائینیز لانگ مارچ 4B راکٹ کے ذریعے پاک ٹیس 1B کو خلا میں بھیجا جس کے ذریعے قدرتی آفات، زرعی ترقی، پانی کے ذخائر اور موسمیاتی چیلنجز کو دیکھا جائے گا۔[21]

- **ICube-Q**

2022ء میں چین کی قومی خلائی ایجنسی نے ایشیا پیسیفک کارپوریشن آرگنائزیشن کے ذریعے ممبر ممالک میں طلبا سے بنائے گئے پے لوڈ بنا کر بھیجنے کی پیشکش کی تھی جسے پاکستان انسٹیٹیوٹ آف سپیس ٹیکنالوجی نے قبول کرتے ہوئے اپنا پروپوزل پیش کیا۔ کافی جانچ پڑتال کے بعد اس پرپوزل کو قبول کر کے آئی کیوب قمر کو آئی ایس ٹی، سپارکو اور شنگھائی جیاؤ تھانگ یونیورسٹی (Shanghai Jiao Tong University) کی معاونت سے بنایا گیا۔[22] یہ سیٹلائٹ چین کے Chang'e-6 کے مشن کے ایک حصے کے طور پر لانگ مارچ-5 راکٹ کے ذریعے ہائے نان (Hainan) جزیرے سے 3 مئی 2024ء کو لانچ کیا گیا۔ اس کا مقصد چاند کی سطح، چاند کے مدار اور چاند اور زمین کی اکٹھی تصاویر لینا ہے۔ اس نینو سیٹلائٹ کا وزن 7 کلو گرام ہے۔

- **PakSat MM-1**

پاک سیٹ ایم ایم-1 کو 30 مئی 2024ء چین کے شی چھانگ سیٹلائٹ لانچ سینٹر سے LM-3B کے ذریعے خلا میں چھوڑا گیا۔[23] اس میں 18 ٹرانسپونڈرز ہیں جو کہ C بینڈ، Ku بینڈ اور Ka بینڈ پر مشتمل ہیں۔ اس میں L بینڈ بھی موجود ہے جس میں Satellite Based Augmentation System کے ساتھ نیوی گیشن بہتر کرنے کے لیے بیدو نیوی گیشن سیٹلائٹ سسٹم (BeiDou Navigation Satellite System) کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ مدار زمین ثابت (Geostationary Orbit) میں

[18] https://www.nasa.gov/what-are-smallsats-and-cubesats
[19] https://southasiajournal.net/pakistans-space-initiative
[20] SWOT Analysis of Pakistan's Space Program, Noor-ul-Huda Atif, NUST Journal of International Peace & Stability, 2020, Vol. III (2), Page No. 50
[21] https://www.eurasiareview.com/11062024-pakistans-space-aspirations-a-renewed-journey-beyond-the-horizons-oped
[22] https://www.ist.edu.pk/icube-q
[23] https://quwa.org/pakistan-defence-news/pakistans-new-communications-satellite-paksat-mm1

(زمین سے 36 ہزار کلومیٹر کی بلندی پر) رہے گا۔[24] یہ سیٹلائٹ براڈ بینڈ انٹرنیٹ، ٹی وی اور مواصلاتی سروسز مہیا کرے گا۔

دیگر معاہدے اور رکنیت:

پاکستان نے مون ٹریٹی 1979ء پر بھی دستخط کیے ہیں جن کے مطابق چاند اور دیگر اجرام فلکی کو پرامن مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا جب کہ کسی بھی عسکری مقصد یا ہتھیار پر مبنی خلائی مہم جوئی پر پابندی ہو گی۔[25] پاکستان انٹر اسلامک نیٹ ورک آن سپیس سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی (ISNET) کا رکن ہے جسے اسلامی ممالک میں سپیس ایجوکیشن عام کرنے کے لیے 1987ء میں بنایا گیا۔ اس کے علاوہ پاکستان متعدد بین الاقوامی خلائی تنظیموں کا رکن بھی ہے۔[26]

حرفِ آخر:

دنیا میں مواصلات، توانائی، صحت اور تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے کے لیے خلائی تحقیق ناگزیر ہو چکی ہے۔ جہاں دیگر ممالک خلا میں زور و شور سے تحقیق سرانجام دے رہے ہیں وہیں ہمیں بھی اس جہت کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کریٹیکلی اینالائز کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان ماضی کی حکومتوں کی عدمِ دلچسپی کی وجہ سے اسپیس پروگرام میں ہمیشہ دیگر ممالک کے اشتراک کا محتاج رہا ہے اور خود مختار خلائی سفر کا آغاز نہیں کر پایا، جو کہ بہت پہلے سے ہونا چاہئے تھا۔ بہرحال کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر رہا، پاکستان کی خلائی تحقیق ابتدا میں اچھی رہی لیکن ملک پر ایٹمی پروگرام کی وجہ سے بین الاقوامی پابندیوں، افغان جنگ، جنگِ دہشتگردی، قومی سطح پہ شدید کرپشن اور سیاسی و معاشی عدم استحکام جیسے عوامل اس سلسلے میں آگے بڑھنے میں مزاحم رہے۔

تجاویز:

وطنِ عزیز کی سالمیت کا مستقبل منتظر ہے کہ خلائی شعبے میں قومی سطح پر دوبارہ توجہ دی جائے۔ اس حوالے سے قائم خلا سے متعلقہ شعبوں کے وسائل میں قومی سطح پہ ترجیحی اضافہ کرنا چاہئے تاکہ تحقیق کی رفتار کسی جگہ نہ رکے، نیز ان شعبوں میں نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کر کے انہیں آگے بڑھنے کا موقع دینا چاہیے۔ اس سلسلے میں قومی پالیسی قابل تحسین ہے جس کا مقصد عوام کی زندگیوں کے معیار کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ قومی مفاد اور خود مختاری کا تحفظ ہے۔[27] عوام الناس کو سپیس ٹیکنالوجی کے فوائد کی آگاہی دینے کی ضرورت ہے۔ تعلیمی نصاب میں سپیس سائنس کا مضمون شامل کیا جا سکتا ہے۔ مختلف جامعات میں خلائی تحقیق سے متعلق پروگرام شروع کئے جانے چاہئیں۔ خلائی پروگرام میں انٹرنیشنل سطح پر دوسرے ممالک اور ان کی خلائی ایجنسیوں کے اشتراک سے اپنی تعمیرِ کارکردگی (Capacity Building) کی جا سکتی ہے۔ جبکہ سیاسی پختگی و بصیرت اور سرمایہ کاری سے خود مختار سپیس انڈسٹری کا قیام ممکن بنانا ہمارے محفوظ مستقبل کی ضمانت ہو گا۔

☆☆☆

[24] https://tribune.com.pk/story/2469523/pakistan-rockets-forward-in-space-technology

[25] https://www.mcgill.ca/iasl/research/space-law/moon-treaty

[26] Pakistan Space Activities, Handbook of Space Security, Springer, Second Edition, 2020, Page No. 1466-7

[27] Policy Vision, National Space Policy Pakistan, Pakistan Space & Upper Atmosphere Research Commission (SUPARCO) (Retrieved from: https://suparco.gov.pk/wp-content/uploads/2024/01/National-Space-Policy.pdf)

پاکستان میں سائبرخطرات اور سائبرسکیورٹی کا نظام

آصف تنویر اعوان ایڈووکیٹ
ندیم اقبال

موجودہ دہائی میں خاص طور پر کورونا-19 کے بعد الیکٹرونکس آلات کی مینوفیکچرنگ اور خریداری میں تیزی سے اضافہ ہوا جس کی بدولت انٹرنیٹ تک رسائی بھی قدرے آسان اور سستی ہوئی ہے- گھر سے کام کرنے (Work From Home)، گھر بیٹھے سیکھنا (Learn From Home)، ویبینار(Webinar) جیسے ایونٹ بھی انٹرنیٹ کی مرہون منت ہی ممکن ہو سکے- جہاں انٹرنیٹ سے جڑے رہنے کا رجحان فروغ پایا وہیں انٹرنیٹ سے جڑے رہنے کے نقصانات بھی سائبر کرائم کی صورت میں واضع ہوئے- ”سائبر“ ایک ایسی جامع اصطلاح ہے جس میں کمپیوٹر کا تعلق ڈیجیٹل دنیا سے ہے جہاں کمپیوٹر نیٹ ورکس، ڈیٹا اور کمیونیکیشن ذرائع ایک دوسرے سے جڑے ہیں-

سائبر سپیس کیا ہے؟
What is Cyber Space?

سائبر سپیس انٹرنیٹ اور دیگر نیٹ ورکس کے ذریعے جڑے ہوئے تمام موبائل، ٹیب، کمپیوٹرز، نیٹ ورکس اور ڈیجیٹل انفراسٹرکچر پر مشتمل ایک ورچوئل ماحول ہے جہاں معلومات کا تبادلہ، اسٹوریج اور پروسیسنگ کی جاتی ہے- سائبر سپیس کے تحفظ کا مطلب ہے کہ سائبر حملوں سے ڈیجیٹل انفراسٹرکچر اور معلومات کی حفاظت کیلئے (نیٹ ورک انٹروژن ڈیٹیکشن سسٹمز (IDS) اور نیٹ ورک انٹروژن پریونشن سسٹمز (IPS) کے استعمال سے) کلاؤڈ بیک اپ (Cloud Backup) یا آف سائٹ بیک اپ (Offsite Backup) بنانا تاکہ کسی سائبر حملے کی صورت میں ڈیٹا ضائع نہ ہو- اینٹی وائرس اور اینٹی مالویئر، فائر وال، نیٹ ورکس کے ساتھ محفوظ کنکشن کیلئے VPN اور اینڈ پوائنٹ پروٹیکشن کیلئے سوفٹ ویئر کا استعمال شامل ہے-

سائبر کرائم کیا ہے؟
What is Cyber Crime?

سائبر کرائم سے مراد ڈیجیٹل آلات یا ڈیوائسز (لیپ ٹاپ، پرسنل کمپیوٹرز، موبائل فون، سرورز) کی مدد سے انٹرنیٹ کے ساتھ منسلک ڈیوائسز کا استعمال کرتے ہوئے غیر قانونی اور غیر اخلاقی (ایسا عمل جس کو ریاست نہ کرنے کا حکم دے اور قانون میں ایسے عمل کرنے والوں کیلئے سزا مقرر کر رکھی ہو) سرگرمیوں میں ملوث ہونا سائبر کرائم کہلاتا ہے- عام الفاظ میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ڈیجیٹل آلات کو استعمال کرتے ہوئے غیر قانونی سرگرمیوں کو سرانجام دینا جس میں کسی شخص کا پرسنل ڈیٹا، معلومات، بینک اکاونٹس، سوشل میڈیا اکاونٹس سے ڈیٹا و معلومات کی چوری، ختم کرنا اور اُس میں تبدیلی شامل ہے-

سائبر حملے کیا ہیں؟
What is Cyber Attack?

سائبر حملہ (Cyber Attack) جو کمپیوٹر سسٹمز، نیٹ ورکس، یا ڈیجیٹل انفراسٹرکچر کو نشانہ بناتا ہے تاکہ ان کی سیکورٹی، رازداری، یا ڈیٹا کی سالمیت کو نقصان پہنچایا جا سکے- سائبر حملوں میں کسی ریاست کے فائدے کیلئے دشمن ملک میں موجود حساس اور خفیہ معلومات کو نقصان پہنچانا، سرکاری اور پرائیویٹ کمپنی ویب سائٹ سروسز میں تاخیر کرنا اور ان ویب سائٹ کا ڈیٹا چوری کرنا ہے- سائبر حملہ آور مختلف تکنیکوں کا استعمال کرتے ہیں، جیسے مالویئر (Malware)، فشنگ (Phishing)، ڈوس اٹیک (Dos Attack)، سلیمر ورم (Slammer Worm)، رینسم ویئر (Ransomware)،

وانا کرائے (WannaCry)، سپائی وئیر (Spyware) اور مین ان دی مڈل (Man-in-the-Middle) شامل ہیں۔

پاکستان میں اب تک ہونے والے سائبر حملوں کی تفصیل:

حبیب بینک لمیٹڈ (HBL) پر سائبر حملہ:

2017ء میں HBL کے ATM کو ہیک کیا گیا جس سے اس بینک کو 10 ملین روپے کا نقصان ہوا جس میں تقریباً 579 سے زائد یوزر متاثر ہوئے جس سے صارفین کے بینکنگ ڈیٹا کی چوری، مالی نقصانات اور بینک کی ساکھ پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔[1]

یونیورسٹی ویب سائٹ:

اسلام آباد کی ایک نیم سرکاری یونیورسٹی (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد) کی ویب سائٹ پر 2017ء میں ہیکرز نے حملہ کیا اور ویب سائٹ کے مواد کو تبدیل کر دیا۔ جس سے تعلیمی ادارے کی ویب سائٹ کی ساکھ کو نقصان اور تعلیمی خدمات کی معطلی ہوئی۔[2]

ریسٹورینٹ سے ڈیٹا چوری:

ہیکرز نے 2 ملین پاکستانیوں کا ریسٹورینٹ سے ڈیٹا چوری کر کے فروخت کرنے کیلئے ڈارک ویب پر رکھ دیا۔ ہیکرز نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہ ڈیٹا 250 سے زائد فوڈز کمپنی میں استعمال ہونے والے سافٹ وئیر کو ہیک کرنے سے حاصل کیا اور جن میں بہت سے ریسٹورینٹ بھی شامل ہیں جس میں ان افراد کا کریڈٹ، ڈیبٹ کارڈ نمبر، موبائل فون نمبر اور ای میل ایڈریس شامل ہیں۔ ہیکرز کی جانب سے اس ڈیٹا کو فروخت کرنے کیلئے قیمت 54 ہزار ڈالر؛ 2 بٹ کوئین (Bit Coin) لگائی گئی۔[3]

پاکستانی گورنمنٹ ادارے کی ویب سائٹ پر سائبر حملہ:

ہیکرز نے فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) کے زیر انتظام پاکستان کے سب سے بڑے ڈیٹا سینٹر پر حملہ کیا ہے اور مائیکروسافٹ کے ہائپر-وی سافٹ ویئر کو توڑنے میں کامیاب ہوئے، جس سے ٹیکس مشینری کے ذریعے چلنے والی تمام سرکاری ویب سائٹس پر موجود ڈیٹا کو ختم کر دیا گیا۔ جن میں اہلکار کا کہنا ہے کہ سائبر حملے نے ڈیٹا سینٹر کے ورچوئل ماحول کو متاثر کیا ہے۔[4] ایک نیوز پیپر میں یہ انکشاف کیا گیا کہ مالوئیر کے ذریعے Ministry of Foreign Affairs پر سائبر حملہ ہوا تھا جہاں 7.5 ٹیرا بائٹ (Tera byte) کا ڈیٹا چوری کیا گیا۔[5]

سوشل میڈیا پر سائبر حملے:

Cyber Attack on Social Media

پوری دنیا کی آبادی تقریباً 8 ارب ہے۔[6] تقریباً 5.8 بلین آبادی کے پاس یونیک موبائل فون ہیں اور 4.8 بلین آبادی سوشل میڈیا (یوٹیوب، فیس بک، انسٹاگرام، سنیپ چیٹ، ٹک ٹاک، ٹوئٹر) کو استعمال کرتی ہے۔ اس سے ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یوزر سوشلی طور پر آپس میں کس قدر جڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ اگر سوشل میڈیا کو احتیاط اور سنجیدگی سے استعمال نہ کیا گیا تو ہیکر یا Evesdropper ایک یوزر کے ساتھ کتنے یوزر کو نقصان پہنچا سکتا ہے جو تقریباً 4.8 بلین آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔

سائبر سکیورٹی کیا ہے؟

سائبر سکیورٹی کمپیوٹرز، لیپ ٹاپ، ٹیب، موبائل ڈیوائسز اور دیگر انفرادی آلات جن میں موجود ڈیٹا کو بچانے کیلئے ڈیٹا

---

[1] https://profit.pakistantoday.com.pk/2017/12/04/atm-hackings-cause-hbl-rs10-million-losses/
[2] https://www.nation.com.pk/27-Sep-2017/hackers-breach-security-of-iiui-website
[3] https://www.thenews.com.pk/latest/1111792-hackers-access-over-2m-pakistanis-data-from-restaurants-put-it-up-for-sale
[4] https://tribune.com.pk/story/2315712/fbr-reels-under-a-major-cyberattack
[5] https://www.orissapost.com/pak-media-blames-indian-group-for-foreign-ministry-data-hack/
[6] https://worldpopulationreview.com/

کی رازداری (Confidentiality)، سالمیت / دیانتداری (Integrity) اور ڈیٹا کی موجودگی (Availability) کو نامعلوم (Unknown) یوزر تک رسائی، حملوں اور نقصان دہ سرگرمیوں سے محفوظ رکھنا سائبر سکیورٹی کہلاتا ہیں-جس کا مقصد ڈیجیٹل انفراسٹرکچر کی حفاظت اور صارفین کے ڈیٹا، پرائیویسی اور نیٹ ورک سکیورٹی کو یقینی بنانا، ڈیٹا کو حملوں سے بچاؤ اور غیر مجاز رسائی (Unauthorize Access) کو روکنے کے لیے بہترین اقدامات شامل ہیں-اگر تمام تر سکیورٹی شیلڈ ہونے کے باوجود نقصان ہو جائے تو حادثاتی نقصانات کے بعد ڈیٹا کی بحالی کے لئے منصوبے -سائبر سکیورٹی کے ماہرین مسلسل نئے خطرات کا تجزیہ کرتے اور جدید ترین ٹیکنالوجی اور طریقہ کار اپناتے ہیں تاکہ ڈیجیٹل دنیا کو محفوظ بنایا جاسکے-

ففتھ جنریشن وارفیئر (Fifth Generation Warfare) / ہائبرڈ وارفیئر (Hybrid Warfare)

پانچویں نسل کی جنگ (Fifth Generation Warfare - 5GW) ایک جدید اور پیچیدہ جنگی تصور ہے، جو روایتی میدان جنگ سے بالکل مختلف ہے-جو معلومات، نفسیات اور سائبر سپیس پر مرکوز ہوتی ہے جس میں دشمن بھی واضح نہیں ہوتا؛ ہوسکتا ہے کہ دوست ہی دشمن ثابت ہو یہ جنگ غیر متنازع اور غیر متوازن ہے، جس میں ریاستی اور غیر ریاستی عناصر غلط معلومات، پروپیگنڈا اور دیگر غیر روایتی ٹول کا استعمال کرتے ہیں جن میں سوشل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کے ذریعے سائبر حملے، ڈیٹا ہیکنگ، جھوٹی خبریں، افواہیں اور غیر تحقیقی معلومات سے نفسیاتی اثرات مرتب کرنا اور سوشل میڈیا کے دباؤ سے دشمن کو کمزور کرنا ملک میں سماجی تفرقے اور عدم استحکام پیدا کرنا نسلی، مذہبی، یا فرقہ وارانہ خطوط پر تنازعات کو ہوا دینے والے دہشتگرد گروپ، ہیکرز اور دیگر غیر ریاستی عناصر شامل ہوتے ہیں-اس جنگ میں روایتی میدان جنگ کے بجائے ڈیجیٹل اور نفسیاتی حملے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں-اس کے دفاع کے لیے مضبوط سائبر سکیورٹی، عوامی آگاہی اور قانونی و عملی پالیسی اقدامات، جدید ٹیکنالوجی، معلوماتی حکمت عملیاں اور مؤثر دفاعی اقدامات ضروری ہیں تاکہ سائبر سپیس اور نفسیاتی میدانوں میں حملوں کا مؤثر طریقے سے مقابلہ کیا جا سکے-پڑوسی ملک انڈیا 2001ء سے الیکٹرونک میڈیا اور 2006ء سے سوشل میڈیا کے ذریعے پاکستان پر ففتھ جنریشن وار فیئر مسلط کئے ہوئے ہے-جس میں پلواما دھاکہ، سکھ مسلمان تنازع، ہندو ازم کو پروموٹ اور انڈیا میں مسلمانوں کے حقوق کو ضبط کرنا- پاکستان میں بلوچستانی قبائل کو اینٹی سٹیٹ (Anit-State) سرگرمیاں کرنے پر مجبور کرنا-بہت سے دہشت گرد پاکستان بھیجنا، کلبھوشن جیسے جاسوس سے پاکستان کے نیوکلئیر ہتھیاروں کی جاسوسی کروانا اور بہت سی مثالیں ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستانی قبائلی علاقوں میں پاکستان کے خلاف کاروائیوں میں انڈیا ففتھ وار فیئر میں پیش پیش ہے-

پاکستان کو سائبر کرائم و حملوں سے محفوظ رکھنے کیلیے موجودہ قانون اور پالیسیوں کا جائزہ:

پریوینشن آف الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2016 (PECA)

یہ پاکستان میں سائبر کرائمز کے خلاف پہلا اور سب سے اہم قانون ہے، جو ڈیجیٹل جرائم کی روک تھام، تحقیقات، اور سزاوں کیلیے ہدایات فراہم کرتا ہے:اس بل میں سرکاری یا غیر سرکاری انفارمیشن اور نظام یا ڈیٹا پر حملے کو سائبر دہشت گردی قرار دیا گیا ہے-بغیر اجازت کمپیوٹر سسٹمز تک رسائی، ڈیٹا چوری، یا ڈیٹا میں تبدیلی جرم ہے-اس بل میں آن لائن فراڈ اور ہیکنگ کے خلاف سخت قوانین بنائے گئے-انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا پر کسی شخص کے بارے جھوٹی معلومات یا مواد کے ذریعے ہتک عزت بھی ایک جرم ہے-

پاکستان نیشنل سائبر سکیورٹی پالیسی 2021

پاکستان نیشنل سائبر سکیورٹی پالیسی 2021ء کے تحت اداروں اور عام آدمی کو سائبر اٹیکس سے تحفظ ملے گا-وزارتی اور مرکزی سطح پر نیشنل سرٹ (CERT) بنائی جائے-کمپیوٹر ایمرجنسی ریسپانس ٹیم (Emergency Computer Response Team) یہ ایک ٹیم یا تنظیم ہے جو کمپیوٹر

سکیورٹی کے واقعات پر تجزیہ، فوری رد عمل، نقصان دہ سسٹم کو بحال کرنا اور مزید نقصان سے بچانا، جدید طریقہ کار اپلائی کرنا، نیٹ ورکس کی نگرانی اور غیر معمولی سرگرمیوں پر روک تھام کرتی ہے جو کمپیوٹر ایمر جنسی رسپانس ٹیم تشکیل دی گی جو پاکستان میں روزانہ ہونے والے سائبر اٹیکس کی فوری معلومات فراہم کرے گی- سیکٹر لیول (جن میں وزارتیں)، پرائیویٹ ادارے اور آرگنائزیشنز کی سرٹس (CERTs) کو آپس میں منسلک کیا جائے گا- قومی سرٹ؛ بیرون ملک سے ہونے والے سائبر اٹیکس کی پیشگی روک تھام کے اقدام کر سکے گی-

ڈیٹا پروٹیکشن بل 2023ء (مسودہ):

پاکستان کے ڈیٹا پروٹیکشن بل 2023ء کے مسودے کا مقصد ملک میں ذاتی ڈیٹا کے تحفظ کیلئے قواعد و ضوابط کا تعین کرنا ہے- یہ بل 2023ء میں تیار کیا گیا تاکہ ڈیٹا کی پرائیویسی اور سیکورٹی کو یقینی بنایا جا سکے- جس کا مقصد پاکستان میں رہنے والوں افراد کے ذاتی ڈیٹا کی حفاظت کرنا اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ڈیٹا کے استعمال میں شفافیت اور ڈیٹا کو کیسے اور کس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور اُن افراد کے حقوق کا تحفظ کرنا جن کا ڈیٹا اکٹھا کیا جا رہا ہے یا استعمال ہو رہا ہے-

پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی:

یہ ادارہ ملک میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر آن لائن مواد کی نگرانی اور غیر قانونی، غیر اخلاقی، یا غیر مطلوب مواد کو روکتا ہے- ٹیلی کمیونیکیشن قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کرنا- بچوں کی آن لائن حفاظت، ڈیجیٹل حقوق اور انٹرنیٹ پر محفوظ سرفنگ کے اقدامات اور سائبر کرائم کے خلاف شعور بیداری اور بچاؤ کے اقدامات کرتا ہے-

فیڈرل انویسٹیگیشن ایجنسی (Federal Investigation Agency)-سائبر کرائم ونگ

فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (FIA) کے سائبر کرائم ونگ (Cyber Crime Wing) کا کردار پاکستان میں سائبر کرائم کی روک تھام، تحقیقات، عوام کو ڈیجیٹل تحفظ فراہم کرنے میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے- اس کا قیام جدید ڈیجیٹل جرائم کی روک تھام کے لیے کیا گیا ہے یہ ونگ ان جرائم سے نمٹنے کے لیے مختلف پہلوؤں پر کام کرتا ہے جن میں بڑے پیمانے پر آن لائن بینکنگ فراڈ، سائبر حملوں کی تحقیقات، سائبر حملوں سے نمٹنے اور مجرموں کی گرفتاری کے اقدامات، سوشل میڈیا پر خواتین اور بچوں کی ہراسمنٹ کے کیسز کی تحقیقات کرنا شامل ہے-

نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم (NR3C):

نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم (NR3C) پاکستان میں سائبر کرائم کے خلاف لڑنے والا اہم ادارہ ہے، جو فیڈرل انویسٹیگیشن ایجنسی (FIA) کے تحت کام کرتا ہے- یہ ادارہ ملک بھر میں سائبر کرائمز کی شکایات کا ازالہ اور سائبر سیکورٹی سے متعلق آگاہی فراہم کرتا ہے- NR3C سائبر کرائمز کے تدارک، ان کی تحقیقات اور ڈیجیٹل فارنزک کے معاملات میں مہارت رکھتا ہے- شہریوں اور اداروں کی طرف سے آن لائن فراڈ، ڈیٹا کی چوری، ہیکنگ، سوشل میڈیا پر ہونے والے جرائم، بدنامی اور غیر قانونی مواد کی تحقیقات کرتا ہے-

نیشنل سکیورٹی کونسل (National Security Council)

نیشنل سکیورٹی کونسل (NSC) پاکستان کی قومی سلامتی، دفاعی امور اور داخلی و خارجی پالیسیز کی نگرانی اور ترتیب دینے والا اعلیٰ ادارہ ہے- اس کا مقصد ملک کو درپیش سلامتی مسائل کے چیلنجز، سائبر کرائم اور سائبر حملوں کے

خلاف حکمت عملی اور ملک کے مفاد کیلئے مؤثر پالیسیز تیار کرنا اور قومی مفادات اور ڈیجیٹل انفارمیشن کا تحفظ کرنا ہے- NSC مختلف اداروں اور ایجنسیز کے ساتھ مل کر قومی سلامتی کے معاملات میں تعاون اور رابطہ کاری کو یقینی بناتا ہے، تاکہ ملک کی سلامتی اور استحکام کو مضبوط بنایا جا سکے-

انکرپشن اور ڈیٹا پروٹیکشن:
(Encryption and Data Protection)

انکرپشن اور ڈیٹا پروٹیکشن ڈیجیٹل سکیورٹی کے بنیادی ستون ہیں- ان کی مدد سے ڈیٹا کو غیر مجاز رسائی اور سائبر حملوں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے- انکرپشن ایک عمل ہے جس میں ڈیٹا کو ایک خاص کوڈ الگورتھم (Algorithm) کے ذریعے تبدیل کیا جاتا ہے جس سے ڈیٹا کو غیر مجاز افراد کے لیے سمجھنا مشکل و ناممکن ہو جاتا ہے- اس عمل میں ڈیٹا کو اصل ڈیٹا (plaintext) سے تبدیل شدہ ٹیکسٹ (ciphertext) میں پروسیس کیا جاتا ہے تاکہ موجودہ ڈیٹا محفوظ رہے-

ڈیٹا پروٹیکشن ہیش الگورتھم (Hash Algorithm)، ڈائجسٹ (Digest)، ڈیجیٹل سرٹیفیکیٹ (Digital Certificates) اور ڈیجیٹل سگنیچر (Digital Signature) کا مقصد ڈیٹا کی رازداری، سالمیت اور دستیابی کو یقینی بنانا ہے- ڈیٹا کو قانونی اور شفاف طریقے سے پروسیس کرنا جیسا کہ یورپی یونین کا جنرل ڈیٹا پروٹیکشن ریگولیشن (GDPR) سسٹم ہے-

عوام میں سائبر سکیورٹی کے حوالے سے تعلیم کے ساتھ ساتھ آگاہی بھی بہت ضروری ہے- اس لیے سائبر سکیورٹی کے تعلیمی پروگرامز کا انعقاد کیا جائے- عوامی آگاہی کے لیے الیکٹرانک اشتہارات، تعلیمی اور سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں ورکشاپس اور سائبر سکیورٹی ڈے بھی منایا جائے- انٹرنیشنل سائبر سکیورٹی سرٹیفیکیشن کے رجحان کو بڑھانا چاہیے تاکہ لوگ اچھے پروفیشنلز بن سکیں- جس میں:

- CHFI (Computer Hacking Forensic Investigator)
- CEH (Certified Ethical Hacker)

اختتامیہ:

کیسپر سکائی (Kaspersky) کے ڈیٹا کے مطابق رینسم وئیر (Ransomware) حملوں کی زد میں آنے والے ممالک میں پاکستان نویں نمبر پر ہے-[7] پاکستان کو سائبر حملوں سے بچاؤ کی جامع حکمت عملی اور اداروں کی سنجیدگی سے ہی پاکستان کے باسیوں کا ڈیٹا محفوظ رہ سکتا ہے- اس طرح پاکستان دنیا کا پانچواں ایٹمی اثاثے رکھنے والا ملک ہے جس کو خدشہ یہ ہے کہ ہیکرز گورنمنٹ ویب سائٹ پر موجود ڈیٹا تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں تو حساس اداروں کے ذخائر اور ڈیٹا کو محفوظ رکھنا بھی ایک بہت بڑا چیلنج بن گیا ہے- پاکستان میں سائبر حملے مختلف نوعیت کے ہو چکے ہیں، جو کہ نہ صرف مالی نقصان کا باعث بنے بلکہ اداروں کی ساکھ اور سروسز کو بھی متاثر کیا- دنیا بھر میں سائبر سکیورٹی کے نظام کو مضبوط بنانے کے لیے مختلف قوانین، پالیسیاں اور تکنیکی اقدامات موجود ہیں- بین الاقوامی تعاون، تعلیم اور جدید ٹیکنالوجیز کا استعمال سائبر حملوں کے خطرات کو کم کرنے میں مدد فراہم کرے گا- جیسے جیسے سائبر حملے پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں، ویسے ویسے سائبر سکیورٹی کے فریم ورک بھی مزید مؤثر اور جامع بنانے کی ضرورت ہے- پاکستان میں سائبر سکیورٹی کے تعلیم کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ اداروں میں سائبر سکیورٹی کو مؤثر بنانے اور ایمرجنسی ٹاسک کے بارے آگاہی فراہم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ شہریوں کا قیمتی ڈیٹا محفوظ رہ سکے-

☆☆☆

[7] https://statistics.securelist.com/

پاکستان میں حیاتیاتی تنوّع کا تحفّظ اور بقا

ایک جائزہ

اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر جاوید حسین
شعبہ علم نباتات کوٹلی یونیورسٹی، آزاد جموں وکشمیر

حیاتیاتی تنوع زمین پر زندگی کی مختلف اقسام اور ان کی مخصوص قدرتی ترتیب کے لئے استعمال ہوتی ہے - آج ہم جو حیاتیاتی تنوع دیکھتے ہیں وہ ہزاروں سال کے ارتقائی مراحل کا ثمر ہے، جس کو قدرتی اور انسانی عوامل نے تشکیل دیا ہے- ہمارا وجود حیاتِ ارضی کے اس خوبصورت تانے بانے کا لازمی حصہ ہے اور قائم رہنے کیلئے اس پر انحصار کرتا ہے- حقیقت میں حیاتیاتی تنوع محض پودوں، جانوروں، مائیکروآرگنزم اور ان کے ماحولیاتی نظام یا ایکو سسٹم سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے، اور اس کا ہماری ہستی کے ساتھ براہ راست تعلق ہے- ہماری خوراک، ادویات، تازہ ہوا، پانی، مسکن اور صحت مند ماحول اسی سے وابستہ ہے- زیر نظر مضمون میں پاکستان کی حیاتیاتی تنوع / بائیوڈائیورسٹی کے تحفّظ اور بقا کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا-

حیاتیاتی تنوع اور ایکو سسٹم سے حاصل ہونے والی اشیاء و فوائد اور ان کا انسانی حیات کی بہتری میں کردار تین منفرد اقسام میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں:

1. صنعت قدرت سے حاصل ہونے والی وہ چیزیں جنہیں انسان براہ راست یا کارخانوں میں استعمال کرتا ہے-
2. سروسز: تفریحی اور سیاحتی فوائد یا کچھ ماحولیاتی ریگولیٹری افعال، جیسے پانی کی صفائی، آب و ہوا کی ریگیولیشن وغیرہ-
3. تہذیب و ثقافت کو قائم رکھنے والے فوائد: سائنسی علم، روحانی اور مذہبی احساسات اور تہذیب و ثقافت سے وابستہ خزائین قدرت-

حیاتیاتی تنوع ہماری ہر لمحے میں بدلتی ہوئی دنیا میں ایک محفوظ چادر کا کردار ادا کرتا ہے اور خاص طور پر موسمیاتی تبدیلی کے تناظر میں اور پیداواری ماحولیاتی نظام کو برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے-

آبادی میں اضافہ:

پاکستان دنیا میں پانچواں سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے- بڑھتی ہوئی آبادی تمام وسائل بالخصوص قدرتی وسائل کے سرمائے پر دباؤ ڈالتی ہے- دیہی علاقوں میں رہنے والے زیادہ تر لوگ ایندھن اور تعمیری لکڑی کیلئے قابل کاشت علاقوں سے باہر واقع قدرتی ماحولیاتی نظام پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں- پہاڑی علاقوں میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور انفراسٹرکچر کی تعمیر نے لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات میں اضافہ کیا ہے- زراعت اور رہائشوں کیلئے قدرتی زمین کے کاٹنے سے بائیوڈائیورسٹی اور اس کے مساکن چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں-

پالیسی، منصوبہ بندی، اور ادارہ جاتی خامیاں:

غیر مؤثر پالیسی اور منصوبہ بندی کے فریم ورک کے ساتھ ساتھ ادارہ جاتی کمزوریاں بھی بائیوڈائیورسٹی میں نقصان کی بڑی وجوہات میں شامل ہیں- بائیوڈائیورسٹی اور ایکو سسٹم کی قدر، اس سے حاصل ہونے والے فوائد، قومی معیشت اور غربت کے خاتمے میں اس کے کردار کو قومی اور مقامی منصوبہ بندی میں ضرورت کے مطابق شامل نہیں کیا گیا ہے- نتیجتاً، ماحول کو بشمول کلائمیٹ چینج، بائیوڈائیورسٹی، جنگلات اور اس سے وابستہ حیات کو کم ترجیح ملتی رہی ہے- قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال قلیل مدتی معاشی فوائد کا باعث تو بن سکتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں ماحول پر ہونے والے اثرات جیسے کہ

پانی کی مقدار میں کمی اور اس کے معیار کا متاثر ہونا، آبپاشی اور پن بجلی کے لیے ڈیموں کی پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت میں کمی جیسے اثرات کے لحاظ سے مستقبل میں قوم کو اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔

زمین کا طریقہ استعمال، زندگی کو برقرار رکھنے کی صلاحیت میں کمی اور صحرائی صورت اختیار کرنا:

پاکستان میں زرعی اراضی کل رقبے کا تقریباً 35 فیصد بنتی ہے جبکہ کل رقبے کا 4 فیصد سے کچھ زیادہ حصہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر دیہی آبادی کا انحصار ایسی زمینوں پر ہے جن میں فصل کا دارومدار قدرتی بارش پر ہوتا ہے، اور یہ تیزی سے صحراؤں میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ ان لوگوں کو خشک سالی، سیلاب اور موسمیاتی تبدیلیوں کا بھی مسلسل سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بغیر سوچے سمجھے زمین کا استعمال زمین کے انحطاط اور حیاتیاتی تنوع کے نقصان کی ایک بڑی وجہ ہے جو کہ زمین کے استعمال کی منظم منصوبہ بندی کا متقاضی ہے۔ سیلابی میدانوں کو زرعی کھیتوں میں تبدیل کرنے سے نہ صرف قیمتی زمینی مساکن کو نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ سیلاب سے ہونے والے نقصان کو مزید بڑھانے کا سبب بن رہا ہے۔ بنیادی طور پر انسانی اور پھر قدرتی عوامل کی وجہ سے نیم بنجر زمینیں مٹی کے شدید کٹاؤ اور آبپاشی والے علاقے غیر ضروری پانی کے جمع ہونے اور نمکینیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ آلودگی میں اضافے کی وجہ سے مینگروو کے جنگلات بھی متاثر ہو رہے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں سالانہ اوسطاً 28000 ہیکٹر جنگلات کا نقصان ہوا ہے جس کی اوسط سالانہ شرح 1.63 فیصد بنتی ہے۔ مجموعی طور پر 1990ء اور 2010ء کے درمیان، ملک نے اپنے جنگلات کا 41.3 فیصد رقبہ کھو دیا، جبکہ اسی دوران شجرکاری کے رقبے میں 18.6 فیصد اضافہ ہوا۔ اسی عرصے میں رہائشی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے زمینی تبدیلی سے ہم نے جنگلی انواع کے مساکن کا 33.2 فیصد حصّہ کھو دیا۔

جنگلات کی کٹائی:

سرکاری تخمینے کے مطابق پاکستان میں جنگلات کا کل رقبہ تقریباً 5.4 فیصد ہے، جبکہ FAO کے مطابق یہ تقریباً 2.4 فیصد ہے۔ پاکستان کے کل رقبے کا 50 فیصد سے زیادہ حصہ مکمّل طور پر ہر کسی کی رسائی میں ہے جس میں ریاستی، گاؤں کی شاملاتی اور ملکیتی زمینیں شامل ہیں۔ یہ علاقے مویشیوں کو چرانے، چارہ اور ایندھن کی لکڑی جمع کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ شمالی پہاڑی علاقے میں الپائن چراگاہوں کے علاوہ، زیادہ تر رینج لینڈز خشک ہیں، جہاں ہر سال 300 ملی لیٹر سے کم بارش ہوتی ہے۔ ان زمینوں پر ملکیتی حقوق اکثر غیر طے شدہ ہوتے ہیں اور عام طور پر مقامی قبائل اور کمیونٹیز ان زمینوں سے استفادہ کرتے ہیں۔

1990ء اور 2014ء کے درمیان مویشیوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔ حد سے زیادہ چرائی نے رینج لینڈز کی بقا کو شدید متاثر کر دیا ہے۔ زیادہ تر رینج لینڈز اپنی ممکنہ چرنے کی صلاحیت کا 50 فیصد کھو چکے ہیں۔ یہاں مؤثر حکمت عملی کی اشد ضرورت ہے۔

غربت وافلاس سے بائیوڈائیورسٹی کا تعلق:

غریب اور پسماندہ کمیونٹیز کا ذریعہ معاش حیاتیاتی تنوع اور ایکو سسٹمز سے بڑی مضبوطی سے جڑا ہوا ہے۔ پاکستان کا 50 فیصد سے زیادہ رقبہ ایک طرح کی مشترکہ ملکیّت پر مشتمل ہے، جو وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ استحصال کی وجہ سے ختم ہو رہا ہے، جس کے نتیجے میں بگڑتے ہوئے ماحولیاتی نظام، روزی روٹی کا بوجھ، غربت میں اضافہ اور صحت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ ایکو سسٹمز کی صحت کو بحال اور برقرار رکھ کر غربت میں کمی کی جاسکتی ہے۔ مشترکہ ملکیّت کے ایکو سسٹمز کی مثالوں میں جنگلی مساکن، پہاڑی ایکو سسٹمز، رینج کی زمینیں، ساحلی علاقے اور جنگلات شامل ہیں۔

حیاتیاتی تنوع کے تحفظ کیلئے عملی اقدامات:

بائیوڈائیورسٹی کی تخمیناً قدرو قیمت کو قومی اکاؤنٹنگ اور رپورٹنگ کے نظام میں شامل کیا جانا انتہائی ضروری ہے۔ بے زمین اور چھوٹے زمیندار اپنی زندگی گزارنے کیلئے ایکو سسٹمز

سے حاصل کردہ اشیاء پر انحصار کرتے ہیں- بائیوڈائیورسٹی کے نقصان سے خواتین اور بچوں پر کام کا بوجھ بڑھتا ہے اور غربت میں اضافہ ہوتا ہے- قومی پالیسیوں میں بائیوڈائیورسٹی کی قدر و قیمت کو مرکزی دھارے میں لانے کی ضرورت ہے- اس کی کی تخمیناً قیمت جب تک اکاؤنٹنگ، رپورٹنگ اور منصوبہ بندی کے نظام میں شامل نہیں کی جائے گی اس کے تحفظ اور بحالی میں درکار سرمایہ کاری کا حصول ممکن نہیں-

زمینی ماحولیاتی نظام، انواع اور ان کے مساکن:

پاکستان کو متنوع فزیوگرافی، مٹی کی اقسام اور آب و ہوا کی وجہ سے بائیوڈائیورسٹی کی دولت سے نوازا گیا ہے- زمینی بائیوڈائیورسٹی جنوب میں صحراؤں سے لے کر شمال اور مغرب میں ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش کے پہاڑی سلسلوں تک ہے- کل قومی زمینی رقبہ میں سے، 62.7 فیصد بیابان ہیں، جو صحراؤں، بنجر زمینوں اور پہاڑوں پر مشتمل ہیں- ان اراضی کا زیادہ حصّہ ریاستی زمینیں ہیں جن سے ایک حد تک ہر کوئی مستفید ہو سکتا ہے- ان علاقوں میں زمین کا سب سے زیادہ استعمال مویشی چرانے اور ایندھن کی لکڑی کے لئے ہوتا ہے- ان زمینوں کا ایک چھوٹا سا حصہ شکار گاہ قرار دیا گیا ہے جس میں شکار کے قوانین نافذ ہیں-

محدود رینج کے ساتھ نباتات اور حیوانات کی ایک بڑی تعداد پاکستان میں پائی جاتی ہے- پودوں کی انواع میں سے پانچ monotypic genera اور 400 انواع جن کا تعلق 169 genera اور 45 families سے ہے، پاکستان کے شمالی اور مغربی پہاڑوں تک محدود ہیں- حیوانات میں مقامی mammals شامل ہیں جیسے Balochistan Forest Dormouse اور Pale Grey Shrew- مقامی نسل کے جانور Balochistan Pygmy Jerboa اور Woolly Flying Squirrel، جو اس کی نسل کا واحد رکن ہے،

صرف پاکستان میں موجود ہے- Punjab Urial کو حال ہی میں ایک مکمل نوع کا درجہ دیا گیا ہے- Chiltan Wild Goat, Capra ایک مقامی ذیلی نسل کی مثال ہے جو کہ پاکستان میں پائی جاتی ہے-

محفوظ علاقے Protected Areas:

محفوظ علاقوں کے قیام کا مقصد ماحول سے حاصل ہونے والی اشیاء، دیگر فوائد اور ثقافتی اقدار کے تحفّظ کو یقینی بنانا ہے- ان محفوظ علاقوں میں شکار گاہیں، جنگلی حیات کی پناہ گاہیں اور نیشنل پارکس ملک کے کل رقبے کے تقریباً 12 فیصد پر پھیلے ہوئے ہیں- پروٹیکٹڈ ایریا سسٹم ریویو کے مطابق پاکستان کے بہت سے محفوظ علاقے قائم کردہ معیار پر بالکل بھی پورا نہیں اترتے ہیں-

Biodiversity Convention کے مقاصد کے مطابق نئے اور ابھرتے ہوئے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ادارہ جاتی اور ریگولیٹری فریم ورک کو بہتر اور نافذ کرنے کی ضرورت ہے- قدرتی مساکن کو توسیع کے ذریعے محفوظ کیا جانا چاہیے- Corridors اور Protected Areas کے مؤثر و مربوط نیٹ ورکس کا قیام ضروری ہے- مقامی کمیونٹیز کو بااختیار بنایا جائے اور ان کی صلاحیتوں میں اضافہ کیا جائے تاکہ وہ ان علاقوں کے محافظ کے طور پر کام کر سکیں-

Biodiversity سے متعلق علم، بنیادی سائنس اور ٹیکنالوجی، اس کی اقدار، طریق کار، صورت حال اور رجحانات کو بہتر بنانا اور ترویج دینا ضروری ہے- خطرے سے دوچار انواع کے تحفظ کی صورت حال کو بہتر بنانے، چراگاہوں کو برقرار رکھنے کی بہت بڑی صلاحیت رکھنے والے خانہ بدوش لوگوں کو چراگاہوں کی مینجمنٹ کے مرکزی دھارے میں لانے کی ضرورت ہے- ایکوسسٹمز اور ان سے وابستہ مساکن کی صحت اور حالت کا جائزہ لینے کے لیے GIS لیبارٹریز قائم کی جانی چاہیئں اور conservation کی ترجیحات اور مواقع کی نشاندہی کے لیے نقشے تیار کیے جائیں-

فارسٹ ایکو سسٹم:

پاکستان کے جنگلات کو پانچ فزیو جینومک اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے: کونیفر (confirs)، جھاڑی نما (scrub)، دریائی (riverine)، منگرووز (mangroves) اور باغات (plantations)- قدرتی جنگلات متعدد متنوع ماحولیاتی نظاموں پر مشتمل ہیں، جن میں مغربی ہمالیائی temperate جنگلات شامل ہیں، جو عالمی 200 ترجیحی ایکو سسٹمز میں شامل ہیں- بلوچستان میں جونیپر (Juniper) کا دنیا کا دوسرا سب سے بڑا کمپیکٹ جنگل ہے، جسے ایک زندہ فوسل سمجھا جاتا ہے- جبکہ پاکستان میں تقریباً تمام جنگلات کے ایکو سسٹمز کو خطرہ لاحق ہے: چلغوزے کے جنگلات، جو بنیادی طور پر عام لوگوں کے ہی زیر کنٹرول علاقوں میں پائے جاتے ہیں، درخت کاٹنے کی وجہ سے غائب ہونے کے شدید خطرے میں ہیں- دواؤں کے پودوں کی وسیع اقسام مغربی ہمالیہ اور ہندوکش کے پہاڑی سلسلوں کے معتدل جنگلات میں وافر مقدار میں اگتی ہیں- مثال کے طور پر ہزارہ اور مالاکنڈ میں 500 ٹن دواؤں کے پودے پیدا ہوتے ہیں- مری کی پہاڑیوں میں 16 ٹن، آزاد کشمیر میں 38 ٹن اور گلگت بلتستان میں تقریباً 24 ٹن گھریلو استعمال اور برآمد کے لیے پودے حاصل کیے جاتے ہیں-

بہت سے جنگلات میں، مقامی کمیونٹیز کو لکڑی کی فروخت پر فیصد کے حساب سے حصہ دیا جاتا ہے اور اس طرح وہ درختوں کی کٹائی کیلئے حکومتی مشینری پر دباؤ ڈالتے رہتے ہیں- تعمیراتی لکڑی کی بڑھتی ہوئی طلب کی وجہ سے اس کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں اور مافیاز حقوق کے حاملین لوگوں کے ساتھ مل کر غیر قانونی درختوں کی کٹائی کروارہے ہیں- جنگلات کے قریب رہنے والے لوگ بھی کھانا پکانے اور سردیوں میں اپنے گھروں کو گرم رکھنے کیلئے ایندھن کی لکڑی پر انحصار کرتے ہیں- ایک حالیہ تحقیق کے مطابق صوبہ کے پی میں 80 فیصد جنگلات کی کٹائی ایندھن کے حصول کے لیے ہوئی ہے-

پاکستان کی فارسٹ بائیوڈائیورسٹی کے تحفظ اور بقا کیلئے اس کے استعمال کے حوالے سے واضح راہنما اصول اور باقاعدہ اداروں کی ضرورت ہے- مقامی لوگوں کے حقوق اور مراعات میں اصلاحات سمیت تخفیف کے اقدامات کیے جائیں-

ساحلی اور سمندری ایکو سسٹم:

پاکستان کا سمندری ساحل، سندھ میں سر کریک اور بلوچستان میں جیوانی کے درمیان 1098 کلومیٹر ہے، جس میں 768 کلومیٹر بلوچستان اور 330 کلومیٹر سندھ میں آتا ہے- پاکستان کے تین ساحلی اور سمندری ایکو سسٹمز گلوبل 200 ترجیحی ایکو سسٹمز میں شامل ہیں، جو بحیرہ عرب، ریتلی اور چٹانی ساحل کے ایکو سسٹمز، ساحلی جھیلوں اور حال ہی میں جزیرہ استولا Astola Island میں دریافت ہونے والے corals پر مشتمل ہیں- 86727 ہیکٹر پر محیط مینگرووز کے درخت بنیادی طور پر دریا کے سمندر میں گرنے والے مقام پر پھیلے ہوئے حصّے میں پائے جاتے ہیں- یہ درخت ایک مفید ماحولیاتی کردار ادا کرتے ہیں، لیکن ان کی اقتصادی قدر و قیمت کو پاکستان میں اچھی طرح سے تسلیم نہیں کیا گیا ہے-

ساحلی اور سمندری بائیوڈائیورسٹی کو متعدد خطرات کا سامنا ہے، جن میں سے کچھ کے لئے قومی سطح پر جبکہ کچھ کو عالمی سطح پر کارروائی کی ضرورت ہے- سمندری ماہی گیری ایک ملین سے زیادہ لوگوں کے لیے براہ راست ذریعہ معاش ہے- یہاں تقریباً 15000 ماہی گیری کے مختلف سائز کے جہاز، چھوٹی سے درمیانے درجے کی کشتیاں، بڑی لانچیں، اور ٹرالر، ماہی گیری میں مصروف ہیں- برآمد کی جانے والی انواع میں بنیادی طور پر جھینگا، انڈین میکریل، ربن فش، ٹونا، اور کیکڑے شامل ہیں- سارڈینز کو پکڑ کر چکن فیڈ میں تبدیل کیا جاتا ہے- افزائش کے موسم کے دوران ضرورت سے زیادہ ماہی گیری کے نتیجے میں مچھلیوں اور جھینگے کی تعداد میں شدید کمی واقع ہوئی ہے-

سمندری اور ساحلی علاقوں میں وسائل کے تحفظ اور بقا کیلئے حکومت اور اس سے وابستہ ایجنسیوں کو اپنا کردار ادا کرنا

چاہیے- سمندر میں Protected Areas قائم کرنے کی ضرورت ہے- ویٹ لینڈز wetlands کے تحفظ کے اقدامات، انڈس فار آل، اور مینگر ووز فار دی فیوچر جیسے پروگراموں کو فعال بنا کر ملک میں wetlands کی بائیو ڈائیورسٹی کے تحفظ اور بقا کیلئے کوششیں تیز کرنے کی ضرورت ہے-

زرعی حیاتیاتی تنوع کی بقا:

زرعی شعبہ پاکستان کے جی ڈی پی میں تقریباً 22 فیصد کا حصہ ڈالتا ہے، بر آمدات کا 60 فیصد سے زیادہ ہے اور 60 فیصد سے زیادہ دیہی افرادی قوت کو ملازمت فراہم کرتا ہے- فصلیں، بشمول پھل، سبزیاں اور مویشی، معیشت میں تقریباً مساوی حصہ ڈالتے ہیں- پاکستان کے کل 79.61 ملین ہیکٹر رقبے میں سے تقریباً 22 ملین ہیکٹر رقبہ کاشت کیا جاتا ہے، جس میں سے 75.5 فیصد آبپاشی کے تحت ہے اور بقیہ بارانی زراعت پر مشتمل ہے- نہری اور بارانی زراعت کی اہم پیداوار میں کپاس، گندم، چاول، گنا، پھل، سبزیاں، دودھ، گوشت، انڈے، چنے، جوار، جو، مکئی، دال، مونگ پھلی اور سرسوں شامل ہیں- تقریباً تمام آبپاشی والے علاقوں میں زرعی ادویات اور روایتی آبپاشی کے طریقوں کے ساتھ زیادہ پیداوار دینے والی اقسام کی کاشت کی جاتی ہے- اس طرح کے زرعی طریقوں کی وجہ سے نہری پانی کی قلت اور زیر زمین پانی کا معیار شدید متاثر ہوا ہے- سبز انقلاب کی وجہ سے فصلوں کی مقامی اقسام معدوم ہو گئیں اور فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لیے نئی اقسام متعارف کروائی گئیں- فصلوں کی مقامی نسلوں کا ختم ہونا دراصل بائیوڈائیورسٹی کا نقصان ہے-

زرعی بائیو ڈائیورسٹی کے مسائل سے نمٹنے کیلیے زرعی ترقی اور تحقیق کے اصولوں اور طریقوں کو قومی پالیسیوں، قوانین، سرمایہ کاری کی حکمت عملیوں، تعلیم اور توسیعی پروگرامز کا باقاعدہ حصّہ بنانے کی ضرورت ہے- اس حوالے سے کسان اور عام آدمی کی استعداد میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے- بڑی فصلوں کے لیے سسٹین ایبل زراعت کے ماڈلز پر کام کیا جانا چاہیے اور خاص طور پر نامیاتی مادوں کے استعمال اور مٹی کی بائیوڈائیورسٹی کو فروغ دینا چاہیے- پانی کے نقصانات اور زرعی ادویات کے استعمال کو کم کرنا ہو گا- زرعی حیاتیاتی تنوع کو فصلوں کی گردش، انٹر کراپنگ، فصل / مویشیوں کو ساتھ ملا کر، پولینیٹرز polinators کے تحفظ اور مٹی کے اندر کی بائیوڈائیورسٹی کے ذریعے بحال کیا جانا چاہیے-

پائیدار پیداوار اور کھپت
Sustainable Production and Consumption

سسٹین ایبل پروڈکشن اور کنز نمپشن سے مراد ضرورت کی اشیا اور فوائد جو کہ زندگی کا معیار بہتر بنانے کی بنیادی ضرورت پوری کریں اور قدرتی وسائل اور زہریلے مواد اس طرح حسب ضرورت استعمال کئے جائیں کہ اس سے اتنی کم ماحولیاتی آلودگی پیدا ہو جو کہ کسی طرح بھی قدرتی سائیکلز کو اس طرح متاثر نہ کرے کہ اگلی نسلوں کی ضروریات خطرے میں پڑھ جائیں- پاکستان کے پیداواری شعبے میں ٹیکسٹائل، خوردنی تیل، چینی، کھاد، سیمنٹ، کیمیکل اور چمڑے کی صنعتیں شامل ہیں- مزید بڑی صنعتوں میں کوئلے کی کان کنی اور دیگر صنعتی کان کنی، تیل کی تلاش کی صنعتیں، اور ہائیڈرو پاور پروجیکٹس آتے ہیں- یہ فضائی اور زمینی آلودگی کے ذریعے حیاتیاتی تنوع کو متاثر کرتی ہیں- سالٹ رینج میں جنگلی پنجابی بھیڑ Urial کے مسکن میں بڑھتی ہوئی سیمنٹ کی صنعت اس مقامی نسل کی بقا کے لیے خطرے کا باعث بن رہی ہے-

پاکستان میں قدرتی جنگلات کا نسبتاً ایک چھوٹا سا حصّہ ہے جبکہ تعمیراتی لکڑی کی قیمتیں بہت زیادہ ہیں جو غیر قانونی کٹائی کو مزید موزوں بناتی ہے- پچھلے 50 سالوں میں ملک اپنے اصل 4.4 فیصد جنگلات کا تقریباً نصف سے زیادہ حصّہ کھو چکا ہے- نباتات اور حیوانات کی بہت سی اقسام کی تجارت کی جاتی ہیں- ان قدرتی وسائل کی سسٹین ایبل ایکسٹر یکشن کے لیے صارفین اور مقامی کمیونٹیز کے ساتھ ساتھ پالیسی سازوں کو ماحولیاتی قدرو قیمت اور وسائل کے زیادہ استحصال کے ماحولیاتی نتائج سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے-

پاکستان کے اہم جنگلی جانوروں میں برفانی اور عام چیتا، بھورا ریچھ، ہمالیائی کالا ریچھ، بلوچستانی کالا ریچھ، تبتی بھیڑیا، ہندوستانی بھیڑیا، کشمیری اور ہندوستانی اڑنے والی گلہری، انڈس ڈالفن، انڈس فلائنگ گلہری، افغانی جنگلی بھیڑ، کابلی، سلیمانی، استور اور کشمیری مارخور، لداخی جنگلی بھیڑ، سندھی آئی بیکس، اور پنجابی جنگلی بھیڑ شامل ہیں۔ جنگلی پرندوں میں چیڑ فیزنٹ، برف کا تیتر، سارس، سائبیرین، اور عام کونج، بار شی اور عام بٹیر، شاہین، سفید دم والا عقاب، اور فلیمنگو وغیرہ شامل ہیں۔ مچھلیوں کی نایاب نسلوں میں گولڈن مہاشیر، سنو کارپ، کشمیر کیٹ فش، ہمالیائی برفانی ٹراوٹ، زیبرا فش اور ییلو فن ٹونا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح پودوں میں بھی بے شمار نایاب نسلیں پاکستان میں پائی جاتی ہیں جن میں انڈین میپل، جونیپر، نیپلیز ایلڈر، ہمالیائی تھنر، چلغوزا، کٹھ، اسپاٹڈ آرکڈ، ایکونائٹ، پرائمروز اور گگل وغیرہ شامل ہیں۔

پاکستان کو اپنے حیاتیاتی تنوع کے تحفظ کے ادارہ جاتی فریم ورک کو مضبوط کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان نے 1992ء میں بائیو ڈائیورسٹی کنزرویشن کنونشن (CBD) پر دستخط کیے اور 1994ء میں اس کی توثیق کی۔ تحفظ اور حیاتیاتی تنوع کے دیرپا استعمال (sustainable use) کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، نیشنل کنزرویشن سٹریٹیڈیجی کا مسودہ تیار کیا گیا جو کہ 1992ء میں قومی پالیسی کے طور پر اپنایا گیا۔ اسی سال، حکومت نے جنگلات کے شعبے کا ماسٹر پلان تیار کیا۔ اور اب تک بائیو ڈائیورسٹی کنزرویشن کے تین ایکشن پلان تیار کیے گئے ہیں۔ مگر بد قسمتی سے ان ایکشن پلانز کا پوری طرح عملی نفاذ نہیں ہو سکا جس کی وجہ سے ایکو سسٹمز اور جنگلی حیات کے مساکن مسلسل تنزلی کا شکار ہیں۔

تجاویز:

کنزرویشن کے مسائل کو اجاگر کرنے کیلئے ماحولیات پر کام کرنے والے صحافیوں کی ایک ٹیم بنائی جانی چاہیے۔ اس ضمن میں الیکٹرانک میڈیا اور جدید ٹولز کو استعمال میں لا کر حیاتیاتی تنوع کو ایک ورثے کے طور پر مارکیٹ کرنے کیلئے استعمال کیا جانا چاہیے جو سیاحوں کو راغب کرنے اور نوجوانوں کو حیاتیاتی تنوع کی دیکھ بھال میں اچھے طریقے سے مشغول کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

پالیسی سازوں پر اثر انداز ہونے کیلئے ملک کی بائیو ڈائیورسٹی اور ایکو سسٹمز کی حقیقی قدر و قیمت کا تخمینہ لگا کر اسے قومی منصوبہ بندی اور ترقی کے عمل کی اکاؤنٹنگ اور رپورٹنگ سسٹم میں شامل کیا جانا چاہیے۔ نیز بائیو ڈائیورسٹی کے وسائل کے موثر انتظام اور نگرانی کو یقینی بنانے کے لیے متعلقہ اداروں کو مؤثر بنایا جانا چاہیے۔ سمندری حیاتیاتی تنوع کے تحفّظ کے لئے موثر انتظام کے ساتھ قوانین، ضوابط اور پالیسیوں کو اپ ڈیٹ کیا جانا چاہیے۔

جنگلات، ماحولیاتی نظام اور مساکن کی صحت اور حالت کا جائزہ لینے کے لیے GIS لیبارٹریاں قائم کی جانی چاہیے اور تحفظ کی ترجیحات اور مواقع کی نشاندہی کرنے کے لیے ریموٹ سینسنگ ٹیکنالوجیز کے ساتھ ہم آہنگ نقشے تیار کیے جائیں۔

محفوظ علاقوں کے نیٹ ورک کو وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ زرعی پالیسیوں اور منصوبوں میں سسٹین ایبل اگریکلچر، زرعی ماحولیاتی نظام کا حیاتیاتی تنوع، انواع اور زمینی حیاتیاتی تنوع کا تحفظ، ٹرانسجینک جانداروں کا دانشمندانہ استعمال اور موسمیاتی تبدیلی کے تحفظات کو شامل کیا جانا چاہیے۔ بیماری کے خلاف مزاحمت، خشک سالی برداشت کرنے اور پیداوار میں اضافے کیلیے فصلوں کی اہم مقامی اقسام کو genetic selection کے ذریعے بہتر بنایا جانا چاہیے۔

☆☆☆

اقوام متحدہ کے عالمی امن دستے

عالمی امن میں پاکستان کا کردار

جاوید اقبال

یوں تو دنیا بھر کے تمام ممالک امن و استحکام کے خواہشمند ہیں لیکن تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ممالک اپنے مفادات کے حصول کی خاطر (اخلاقیات کی حدیں پار کرتے ہوئے) ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے- ذاتی مفادات کی خاطر حملہ آوور ہونے والوں سے تاریخی اوراق بھرے پڑے ہیں- دور حاضر میں امن کے داعی مغربی ممالک خاص کر یورپین ممالک مسلسل 30 برس حالت جنگ میں رہے- بالآخر جنگ سے بیزار آکر امن معاہدوں کی طرف بڑھے- امن و استحکام کو بحال رکھنے کے لیے اقوام کے درمیان یہ کوئی پہلا معاہدہ نہیں تھا اس سے پہلے اقوام کے درمیان کئی سمجھوتوں پر دستخط ہو چکے تھے- اُن معاہدوں کی طرح Treaty of Westphalia بھی امن و استحکام کی پائیداری میں تسلسل قائم نہ رکھ سکی- یوں جنگ کا لیول بڑھتے بڑھتے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے آیا جسے دنیا جنگ عظیم اول کے نام سے جانتی ہے- حالت جنگ سے باہر نکلنے کیلئے ممالک کے مشترکہ مشاورت سے لیگ آف نیشن (League of Nation) وجود میں آئی- جس کا مقصد دنیا میں امن و استحکام، بنیادی انسانی حقوق، سیکیورٹی اور جنگ سے بچاو جیسے معاملات کو قابو میں رکھنا تھا- آرگنائزیشن کا قیام ایک خوش آئین عمل تھا لیکن رائے دہندہ ممالک کا لیگ آف نیشن کے ساتھ کھڑا نہ ہونا اس کے ناکام ہونے کا سبب بنا جس کی وجہ سے وہی ممالک جو سترہویں صدی سے امن کی کوششیں کر رہے تھے ایک بار پھر لاکھوں نہیں کروڑوں جانوں کی تباہی کا سبب بنے- دنیا ایک بار پھر ہیروشیما اور ناگاساکی جیسے واقعات پر جا ٹھہری- یہ تباہی ورلڈ لیڈرز کے لیے نہ صرف شرمندگی کا باعث بنی بلکہ سیاسی اور جمہوری اقدار کا جنازہ بھی لے اٹھی- اس کے بعد امن و استحکام اور سیکیورٹی پہلو ممالک کی sovereignty کے لیے اہم ٹھہرے- ممالک کی خود مختاری اور سیکیورٹی کو بحال رکھنے کے لیے جنگ عظیم دوم کے بعد 50 ممالک نے ایک اور تنظیم (اقوام متحدہ) بنانے کا فیصلہ کیا جو ممالک کے درمیان مسائل کو جنگ کی طرف لے کر جانے کی بجائے امن معاہدوں کی طرف راغب رکھے تا کہ تباہی سے بچا جا سکے- یہ آئیڈیا امریکن صدر فرینکلین روزویلٹ نے 1941ء میں دیا لیکن اس کی تکمیل اکتوبر 1945ء میں امریکہ کے مغربی ساحل کے شہر سان فرانسسکو میں ہوئی جبکہ اس کا چارٹر (اپریل 1945ء) پہلے سے ڈیزائن ہو چکا تھا-[1]

اقوام متحدہ کا بنیادی مقصد بین الاقوامی سطح پر امن و سلامتی قائم رکھنا ہے- ممالک کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو روکنا، تنازعات پیدا ہونے کی صورت میں ممکنہ اقدامات کے ذریعے کم سے کم کرنا- ان کے درمیان ایک دوستانہ ماحول کی فضا پیدا کر کے سماجی، معاشی، ثقافتی اور اخلاقی ماحول کے قیام کو عمل میں لانا- بنیادی انسانی حقوق کے فروغ میں تمام اقوام کو پابند کرنا وغیرہ جیسی ذمہ داریوں کو نبھانا ہے-[2]

---

[1] https://www.un.org/sites/un2.un.org/files/the_birth_of_the_un_-_teaching_guide_and_resources_2.pdf
[2] https://treaties.un.org/doc/publication/ctc/uncharter.pdf

اقوام متحدہ کے شعبہ جات اور امن مشن:

اقوام متحدہ کے 6 آرگنز جن میں سیکریٹریٹ، جنرل اسمبلی، سلامتی کونسل، معاشی و معاشرتی کونسل، انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس اور ٹرسٹی شپ کونسل شامل ہیں جو اپنی اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھا رہے ہیں- انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس اور ٹرسٹی شپ کونسل کے علاوہ باقی تمام آرگنز کے متعدد سب آرگنز ہیں لیکن ہماری اس تحریر کا موضوع چونکہ امن مشن ہے- Peacekeeping operations and political missions جو کہ سلامتی کونسل کا ایک ذیلی آرگن ہے[3] جس کا مقصد ممالک کے ملٹری تعاون سے متنازع علاقوں اور ممالک میں امن و استحکام لانا ہے- UN چارٹر کا لب لباب آنے والی نسل کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچانا اور اقوام عالم میں امن اور سلامتی کی بنیادوں کو پختہ بنانا ہے-[4] بین الاقوامی امن اور سلامتی کو برقرار رکھنے کے لئے اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی تنظیمیں وسیع پیمانے پر مختلف مشن میں مشغول عمل ہیں- ممالک کے درمیان دشمنی کے عناصر کو ختم کر کے ایک پُر امن اور ساز گار ماحول پیدا کرنا ہے- اقوام متحدہ نے 1945ء سے اب تک مختلف ممالک جن میں کمبوڈیا، ایل سلواڈور (El Salvador)، تاجکستان، نمیبیا (Namibia)، گوئٹے مالا (Guatemala) اور موزمبیق (Mozambique) کے علاوہ چند اور ممالک میں امن مشن کامیابی سے انجام دیئے ہیں- ان کارروائیوں نے تنازعات سے بچاؤ اور امن معاہدوں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے- سیرالیون (Sierra Leon)، لائبیریا (Liberia)، تیمور لیستی (Timor-Leste)، برونڈی (Burundi)، آئیوری کوسٹ (Ivory Coast)، کوسوو (Kosovo) اور ہیٹی (Haiti) میں آپریشنز کے بعد جزوی حقوق کی بحالی خطوں میں امن و استحکام کی راہیں ہموار کرنے کی ضامن بنی- امن و استحکام کی بحالی کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ نے ان ممالک کو پختہ سیاسی نظام مہیا کر کے ریاستی ڈھانچے کو تقویت بخشنے کی کوشش کی ہے-[5]

امن مشن میں پاکستان کا کردار:

پاکستان نے 30 ستمبر 1947ء کو اقوام متحدہ میں شمولیت کے بعد سے سلامتی کونسل کے امن مشن کے ذریعے دنیا بھر میں 70 سے زائد آپریشنز میں حصہ لیا- پاکستان نے اقوام متحدہ کو مختلف طریقوں سے مدد فراہم کی ہے- گزشتہ 64 برسوں کے دوران (کیونکہ پاکستان نے پہلا مشن کانگو میں 1960ء میں بھیجا تھا[6]) تقریباً 200000 فوجی بھیج کر 46 مشن پر کام کیا ہے[7] اور یہ مشنز مختلف براعظموں کے 28 ممالک میں سرانجام دیئے ہیں- اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے تقریباً 24 اعلیٰ افسران سمیت 157 پاکستانی فورس کے نوجوانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے- اقوام متحدہ کے امن مشنز کے آغاز سے لے کر اب تک اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں سے تقریباً 10 فیصد کا تعلق پاکستان سے ہے- شاندار کارکردگی پر پاکستانی 197 امن دستوں کو اقوام متحدہ کا سب سے بڑا اعزاز ڈاگ ہیمر سکجولڈ میڈل (Dag Hammarskjold Medal) سے نوازا گیا ہے- پاکستان نے دہشتگردی کے خلاف گزشتہ دو دہائیوں سے جاری جنگ میں اپنی مشرقی اور مغربی سرحد پر اہلکاروں کی

[3]https://www.un.org/en/pdfs/un_system_chart.pdf
[4]intro_to_un_system_english.pdf (peaceopstraining.org)
[5]https://pu.edu.pk/images/journal/pols/pdf-files/1-v30_1_2023.pdf
[6]ANALYSIS OF PAKISTAN'S ROLE IN UNITED NATIONS PEACEKEEPING MISSIONS | Pakistan Journal of International Affairs (pjia.com.pk)
[7]View of PEACE CHARACTERIZATION OF PAKISTAN: CORROBORATION FROM PAKISTAN'S UN PEACEKEEPING MISSIONS (ndu.edu.pk)

تعیناتی کے باوجود اقوام متحدہ کے 9 آپریشنز پر 5 ہزار سے زائد اہلکار لگائے ہیں۔[8] یہ تمام امن مشن اس بات کے شاہد ہیں کہ UN Peace Mission کا سب سے بڑا اور بہترین ملٹری سپلائر ملک "پاکستان" ہے۔یو این کے اس امن مشن میں کلیدی کردار ہونے کی وجہ سے پاکستانی اہلکار ہمیشہ اہم عہدوں جیسے "اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے خصوصی ایلچی اور مشیر، امن آپریشنز کی وزارت میں آرمی ایڈوائزر، چیف ملٹری مانیٹر، فورس اور ڈپٹی فورس کمانڈرز اور دیگر عہدوں پر تعینات رہے ہیں۔پاکستانی افواج نے مختلف ریجن میں جنگ زدہ کمیونیٹیز کی زندگیوں کو معمول پر لانے، امن و امان کو برقرار رکھنے اور کشیدہ حالات میں ہموار سیاسی منتقلی میں سہولت فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔[9] امن مشن میں پاکستان کا کردار تمام ریجنز میں نمایاں نظر آتا ہے۔خاص کر لاطینی امریکہ، بلقان، مغربی افریقہ، مشرقی افریقہ، وسطی افریقہ، مشرق وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا میں امن و استحکام کی کارروائیوں میں پاکستان کی شمولیت غیر متزلزل عزم کی عکاس ہے۔ پاکستانی فوج میں مردوں کے شانہ بشانہ خواتین بھی اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈال کر پسماندہ افراد اور علاقوں کی ترقی کے لیے عالمی اصولوں پر کاربند ہیں

یہ بات عیاں ہے کہ 1947ء کے بعد پاکستان کی امن کارروائیوں کو بین الاقوامی سطح پر پذیرائی حاصل ہے۔اگر بات کی جائے علاقائی استحکام کی تو ملک پاکستان نے تمام ہمسایہ ممالک کو مسائل کے گفت وشنید کے ذریعے حل کی تجویز دی ہے۔آزادی کے چند سال بعد چائنہ کے ساتھ زمینی تنازعہ کی بات سامنے آئی تو پاکستان نے Table Talk کو ترجیح دیتے ہوئے اس کا حل نکالا۔اس ایک پر امن حل نے آنے والی نسلوں کیلئے ہموار تعلقات کی بنیاد رکھی۔اس کے بعد دونوں ممالک کے تعلقات کی یہ لڑی ہمالیہ سے بلند اور سمندر سے گہری دکھائی دیتی ہے۔ہمسایہ ممالک بھارت کے ساتھ تنازعات کی ایک لمبی فہرست ہونے کے باوجود پاکستان نے ہمیشہ پر امن حل کی دعوت دی ہے۔لیکن مخالف طرف سے شدت پسند پالیسیوں نے اس حل کو قبول کرنے کی بجائے ہمیشہ خطے کے امن کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمسایہ ممالک میں افغانستان ہمیشہ بین الاقوامی طاقتوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔سپر پاورز نے یہاں کئی پراکسی وارز (Proxy Wars) لڑی ہیں۔ لیکن پاکستان نے ہمیشہ امن کی بحالی کا کردار ادا کیا ہے۔

اس کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر پاکستان نے ممالک کے درمیان ایک Mediator کا کردار ادا کرتے ہوئے ایران اور سعودی عرب کے درمیان موجود تنازعات کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ امریکہ اور چائنہ کے درمیان تعلقات کو بڑھانے میں پاکستان کی کوشش تاریخ کا حصہ ہیں۔ برما، فلسطین، کشمیر، روہنگیا اور آذربائیجان کے علاوہ دیگر بہت سے ممالک جن کے آپس کے اختلافات ہیں، کو کم کرنے کی کوشش واضح کرتی ہے کہ پاکستان روزِ اول سے امن کا خواہ ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی اور ممالک کے ساتھ تعلقات Liberalism perspective سے واضح ہے کہ پاکستان نہ صرف خطے میں امن چاہتا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر امن کے لیے کوشاں اداروں کی حمایت کرتا ہے۔

پاکستان کی کوشش اپنی جگہ بجا، اقوام متحدہ کے 193 ممبر ممالک کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔اگر باقی ممالک نے کوشش نہ کی تو اس ادارے (UN) کا حال لیگ آف نیشن جیسا ہو سکتا ہے۔کیونکہ دنیا اس وقت یونی پولر نظام سے ملٹی پولر سٹرکچر کی طرف بڑھ رہی ہے اور سپر پاورز کی پالیسی اپنی Hegemony کو برقرار رکھنے کے لیے Realistic view پر محیط کرتی دکھاتی دیتی ہے جو خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ان تمام خطرات سے بچنے اور عالمی امن کو بحال رکھنے میں تمام ممالک کو مثبت کردار ادا کرنا ہوگا۔

☆☆☆

[8]https://pjia.com.pk/index.php/pjia/article/download/624/453
[9]I.b.i.d.

پاکستان کی خارجہ پالیسی اور عرب دنیا

موجودہ عالمی تناظر

محمد محبوب
شعبہ سیاسیات وبین الاقوامی تعلقات - قائداعظم یونیورسٹی

ابتدائیہ:

محل وقوع کے اعتبار سے پاکستان کی جغرافیائی اور تزویراتی اہمیت (Geographical & Strategic Importance) بہت زیادہ ہے- پاکستان کا محل وقوع جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا، اور مشرق وسطیٰ کے درمیان ہے، جو اسے تین بڑے خطوں کے درمیان ایک پل کی حیثیت دیتا ہے- پاکستان اپنی جغرافیائی اہمیت کے علاوہ، نظریہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر معرضِ وجود آنے کی وجہ سے اسلامی دنیا خصوصاً عرب دنیا کے لیے بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے- قیام پاکستان سے لے کر آج تک اس کی خارجہ پالیسی ہمیشہ سے ہی علاقائی اور عالمی تناظر میں اہمیت کی حامل رہی ہے- عرب دنیا، جو جغرافیائی اور سیاسی لحاظ سے انتہائی اہمیت رکھتی ہے، پاکستان کی خارجہ پالیسی میں ایک کلیدی مقام رکھتی ہے-

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے رہنما اصولوں میں یکساں دین کے پیروکار ہونے کی وجہ سے اسلامی ممالک سے برادرانہ تعلقات کو پروان چڑھانے پر خصوصی توجہ دی گئی ہے-

پاکستان کا آئین اس حوالے سے خارجہ پالیسی کے طرز عمل کے لیے رہنما اصول بھی دیتا ہے- آئین کے آرٹیکل 40 کے مطابق:

''The State shall endeavour to preserve and strengthen fraternal relations among Muslim countries based on Islamic unity''.

”ریاست اسلامی اتحاد کی بنیاد پر مسلم ممالک کے درمیان برادرانہ تعلقات کو برقرار رکھنے اور مضبوط کرنے کی کوشش کرے گی“-

اسی لئے پاکستان نے ہمیشہ سے اسلامی خصوصاً عرب دنیا سے تاریخی، اقتصادی، سیاسی اور سفارتی تعلقات اور گہرے روابط قائم کیے ہیں- زیر نظر مضمون میں ہم بدلتے ہوئے عالمی تناظر کی روشنی میں پاکستان کی خارجہ پالیسی میں عرب دنیا کی بڑھتی اہمیت کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے- اسی تناظر میں تاریخی تعلقات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ہم سیاسی، سفارتی، معاشی، اقتصادی اور دفاعی تعلقات کو بھی دیکھیں گے - اِس کے علاوہ پاکستان کی موجودہ قومی سلامتی پالیسی میں عرب ممالک کی اہمیت اور سپیشل انویسٹمنٹ فیسلیٹیشن کونسل کے قیام کا بھی جائزہ لیں گے-

عرب دنیا کی جغرافیائی اور تاریخی اہمیت:

عرب دنیا، دنیا کے اہم تجارتی راستوں جیسے کہ نہر سویز، خلیج فارس اور بحیرہ احمر پر واقع ہے- اس کے علاوہ عرب ممالک میں تیل اور گیس کے بڑے ذخائر موجود ہیں جو عالمی معیشت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں- عرب دنیا کے اہم ترین ممالک میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر، عراق، کویت، مصر، بحرین، عمان، اردن، مراکش اور تیونس وغیرہ نمایاں ہیں- مسلمانوں کے مذہبی، ثقافتی اور تاریخی

نمایاں مقامات خصوصاً خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ اسی خطہ سر زمین پر موجود ہیں۔ دین اسلام کا ظہور بھی اسی خطہ سر زمین سے ہوا ہے، آخری وحیٔ الٰہی قرآن مجید بھی زبانِ عربی میں ہے۔ اس لئے اس خطے سے دنیا بھر کے بسنے والے مسلمانوں کو ایک خاص لگاؤ ہے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم OIC اور گلف ممالک کی تنظیم کا مرکز بھی سعودی عرب میں قائم ہے جبکہ عرب لیگ کا دفتر مصر میں قائم ہے۔

پاکستان اور عرب دنیا کے تعلقات کا تاریخی جائزہ اور پس منظر:

پاکستان جس خطہ سر زمین پر واقع ہے اس خطے کے باسیوں کے صدیوں سے عرب دنیا کے ساتھ صدیوں سے تاریخی، مذہبی، سماجی، ثقافتی اور اقتصادی تعلقات قائم ہیں۔ ان تعلقات کی بنیادی وجہ اس خطہ سر زمین پر قبلہ اول، خانہ کعبہ، روضہ رسول (ﷺ) اور مسجد نبوی شریف کی موجودگی ہے۔ آزادی سے قبل، مسئلہ فلسطین پر مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال، بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور آل انڈیا مسلم لیگ کا پختہ اور اصولی موقف رہا۔ تحریک پاکستان کے لئے جب مسلمانان ہند کی تحریک چل رہی تھی تو عرب دنیا کی عوام نے نہ صرف اس کی حمایت کی بلکہ قیام پاکستان کے فوراً بعد اس خطہ سر زمین کی عوام اور حکمرانوں کی جانب سے تہنیت کے پیغام موصول ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد فیروز خان نون نے بانیٔ پاکستان کے نمائندہ کے طور پر عرب ممالک کا خصوصاً دورہ کیا تھا۔ اسی تعلق اور خاص رشتے کی بنیاد پر عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب اور پاکستان کے درمیان تاریخی تعلقات قائم ہیں۔ مراکش کی آزادی کے لئے پاکستان نے اقوام متحدہ میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا۔ 1950ء اور 60ء کی دہائی میں، پاکستان اور عرب ممالک کے درمیان تجارتی، سفارتی اور دفاعی تعلقات میں بہتری آئی۔ مسئلہ فلسطین پر اصولی موقف ہمیشہ سے پاکستان کی قیادت کا رہا ہے۔ اس لئے 1970ء کی دہائی میں، پاکستان نے عرب اسرائیل جنگوں کے دوران عرب ممالک کی حمایت کی۔ 1973ء کی جنگ کے دوران، پاکستان نے عرب ممالک کو فوجی اور تکنیکی مدد فراہم کی۔ اسلامی سربراہی کانفرنس کے قیام عمل میں پاکستان نے کلیدی کردار اَدا کیا تھا۔ 1974ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے اجلاس کے دوران پاکستان میں پوری دنیا کے مسلمان سربراہان مملکت جمع ہوئے۔ 1970ء اور 80ء کی دہائی میں جب بیشتر عرب ممالک میں تعمیر اور ترقی کا آغاز ہو رہا تھا تو پاکستانیوں کی بہت بڑی تعداد نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ پاکستانیوں کی ایک بڑی تعداد ایک اندازے کے مطابق 10 ملین اب بھی دہائیوں سے عرب ممالک کی تعمیر و ترقی میں اپنا ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ 1985ء میں امارات ایئر لائن نے اپنی پہلی فلائٹ دوبئی سے کراچی کی طرف شروع کی تھی۔ آنے والی دہائیوں میں پاکستان اور عرب ممالک کے درمیان تجارتی، ثقافتی اور تعلیمی تعلقات بھی مضبوط کیے۔

اسپیشل انویسٹمنٹ فسیلیٹیشن کونسل اور گلف ممالک سے سرمایہ کاری:

پاکستان میں اسپیشل انویسٹمنٹ فسیلیٹیشن کونسل (Special Investment Facilitation Council - SIFC) کا ملک میں معاشی ترقی اور سرمایہ کاری کے فروغ کے لئے قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد سرمایہ کاروں کو مختلف سہولیات فراہم کرنا، سرمایہ کاری کے ماحول کو بہتر بنانا اور مختلف رکاوٹوں کو دور کرنا ہے تاکہ ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کار پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے کے لئے راغب ہوں۔

اس منصوبے کے تحت زراعت، معدنیات، لائیو سٹاک، کان کنی، توانائی، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور زرعی پیداوار

جیسے شعبوں میں پاکستان کی اصل صلاحیت سے استفادہ کیا جائے گا، اس کے علاوہ ان شعبوں کے ذریعے ملک کی مقامی پیداواری صلاحیت اور دوست ممالک سے سرمایہ کاری بڑھائی جائے گی- اس کونسل کو مختلف حکومتی اداروں اور نجی شعبے کے مابین رابطے اور تعاون کو فروغ دینے کے لئے بنایا گیا ہے- جس کے تحت مختلف پالیسیوں، قوانین، اور ضوابط میں تبدیلیاں کی جائیں گی تاکہ سرمایہ کاروں کو درپیش مشکلات کا خاتمہ کیا جاسکے اور سرمایہ کاری کے عمل کو آسان بنایا جاسکے-

اس سلسلے میں گلف ممالک سے سرمایہ کاری کے حصول کے لئے وزیر اعظم پاکستان اور آرمی چیف سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر اور بحرین دورے کر چکے ہیں-

پاکستان کے وزیر اعظم اور سعودی ولی عہد محمد بن سلمان کے درمیان ماہ رمضان کے آخر میں مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی- جس کے دوران اقتصادی معاملات بالخصوص پاکستان میں سعودی عرب کی سرمایہ کاری کا ایجنڈا سر فہرست رہا- اس دورے کے بعد اپریل میں سعودی وزیر خارجہ فیصل بن فرحان ایک تجارتی وفد کے ہمراہ پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں- حال ہی میں سعودی عرب کے نائب وزیر سرمایہ کاری ابراہیم المبارک کی قیادت میں 30 سے زائد سعودی کمپنیوں کے سرمایہ کاروں کا وفد پاکستان کا دورہ کر چکا ہے- پاکستان کو مختلف شعبوں میں سعودی عرب سے 5 ارب ڈالرز کی سرمایہ کاری آنے کی تاحال امید ہے-

23 مئی 2024ء کو متحدہ عرب امارات کے دورے کے موقع پر متحدہ عرب امارات کی قیادت کی جانب سے معیشت کے مختلف شعبوں میں 10 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا وعدہ کیا گیا ہے- قطر نے بھی پاکستان میں مختلف شعبوں توانائی، کان کنی اور ہوا بازی سمیت مختلف شعبوں میں تجارت اور سرمایہ کاری کے تعاون کو بڑھانے کے عزم کا اظہار کیا ہے- بلوم برگ کی رپورٹ کے مطابق قطر کی جانب سے اسلام آباد اور کراچی ایئرپورٹ پر قطر انویسٹمنٹ اتھارٹی کی سرمایہ کاری کا امکان ہے جبکہ قابل تجدید توانائی، پاور اور سیاحت کے شعبوں میں بھی تین ارب ڈالرز سرمایہ کاری متوقع ہے-

حال ہی میں سرمایہ کاری اور تجارت کو فروغ دینے کے لئے 6 ڈیسکس کا قیام عمل میں لایا گیا- جس میں تین ڈیسکس سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور قطر سے متعلق ہیں-

موجودہ بدلتے ہوئے عالمی تناظر میں پاکستان اور عرب ممالک کے تعلقات:

پاکستان کی قومی سلامتی پالیسی کا مقصد ملک کے داخلی اور خارجی سلامتی کے مسائل کو حل کرنا، اقتصادی ترقی کو فروغ دینا اور بین الاقوامی تعلقات میں توازن قائم کرنا ہے- عرب ممالک کے ساتھ مضبوط تعلقات اس پالیسی کا ایک اہم حصہ ہیں-

پاکستان نے پہلی مرتبہ قومی سلامتی پالیسی کا 2022ء کو اجراء کیا- جس کا بنیادی مقصد اگر سادہ لفظوں میں بیان کیا جائے تو اس کا بنیادی نکتہ ملک کی معاشی سلامتی کو یقینی بنانا ہے- اس لئے پالیسی کے مطابق پاکستان کی توجہ معاشی سفارتکاری یعنی اکنامک ڈپلومیسی پر رہے گی اور نظر ایسے نئے روابط پر ہو گی جو پاکستان کی رابطہ کاری (Connectivity) اور معاشی استحکام کے حصول میں مدد کریں گے جبکہ دنیا کے

دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات میں بہتری کے ضامن بھی ہوں گے- اس پالیسی میں پاکستان نے سب سے اہم چیز کہ مستقبل میں پاکستان کسی بلاک پالیٹکس کا حصہ نہیں بنے گا بلکہ

ہر ملک کے ساتھ اپنے تعلقات استوار رکھے گا- اس بات کا بنیادی اشارہ بڑھتی ہوئی معیشت چین اور عالمی طاقت امریکہ کے درمیان شروع ہونے والی سرد جنگ کی طرف تھا- ایک طرف چین، پاکستان کا نہ صرف ہمسایہ بلکہ دوستانہ ملک ہے جبکہ امریکہ کے ساتھ دہائیوں پرانی شراکت ہے- آج بھی پاکستانی برآمدات کا بڑا حصہ امریکہ کو جاتا ہے- اس لئے عالمی سیاست میں حالیہ تبدیلیاں پاکستان اور عرب دنیا کے تعلقات پر اثر انداز ہو رہی ہیں- سعودی عرب اور ایران کے ساتھ تعلقات کا توازن برقرار رکھنا پاکستان کیلئے ایک چیلنج رہا ہے- لیکن حالیہ چین کی مدد سے ایران اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات کی بحالی اس چیلنج کو کم کرنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے- صدر ابراہیم رئیسی کی حادثے میں وفات کے بعد مسعود پیزشکیان ایران کے صدر منتخب ہو گئے ہیں- ایران میں نئی آنے والی قیادت اگر سعودی عرب کے ساتھ تعلقات کو آگے بڑھاتی ہے تو اس کے پاکستان پر بھی مثبت اثرات دیکھنے کو مل سکتے ہیں کیونکہ عرب خصوصاً گلف ممالک سے ایران کی کشیدگی اور تناؤ ہمسایہ ممالک خصوصاً پاکستان پر بھی اثر انداز ہوتی ہے- اسی طرح، امریکہ اور چین کے ساتھ پاکستان کے تعلقات بھی عرب دنیا کے ساتھ تعلقات پر اثر انداز ہو سکتے ہیں- پاکستان کو ان تمام عوامل کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی خارجہ پالیسی کو تشکیل دینا ہوتا ہے- پاکستان اور عرب ممالک کے لئے دہشت گردی اور انتہاپسندی کا مسئلہ دونوں خطوں کے لیے مشترکہ چیلنج ہے- سیاسی استحکام اور حکومتوں کی تبدیلی بھی تعلقات پر اثر انداز ہو سکتی ہے- تاہم، سی پیک جیسے منصوبے نئے مواقع فراہم کر رہے ہیں جو پاکستان اور خلیجی ممالک کے درمیان تعاون کو بڑھا سکتے ہیں-

پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی میں عرب دنیا کے ساتھ تعلقات کو مزید مضبوط بنانے کے لیے مزید ٹھوس اور عملی اقدامات کرنے چاہئیں- سفارتی تعلقات کو مضبوط بنانے، اقتصادی تعاون میں وسعت پیدا کرنے اور تعلیم و ثقافت کے شعبے میں تعاون کو فروغ دینے کی ضرورت ہے-

اختتامیہ:

پاکستان کی خارجہ پالیسی میں عرب دنیا کے ساتھ تعلقات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے- جغرافیائی محل وقوع، اقتصادی روابط اور سیکیورٹی تعاون جیسے عوامل اس تعلق کی بنیاد فراہم کرتے ہیں- موجودہ عالمی تناظر میں، پاکستان کی کوشش ہے کہ وہ اپنے عرب اتحادیوں خصوصاً گلف کے ممالک کے ساتھ مضبوط اور متوازن تعلقات قائم رکھے- توانائی کے شعبے میں خود کفالت، معاشی استحکام، تجارتی روابط کی توسیع اور سیکیورٹی کے معاملات میں تعاون بڑھانے کی کوششیں اس پالیسی کا حصہ ہیں-

موجودہ حالات میں، جب عالمی سیاست اور اقتصادی نظام میں تیزی سے تبدیلیاں آ رہی ہیں، پاکستان کی کوشش ہے کہ وہ عرب دنیا کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید مستحکم کرے- اس کے علاوہ، علاقائی امن و استحکام میں کردار ادا کرنے اور مشترکہ اقتصادی مفادات کے حصول کیلئے عرب ممالک کے ساتھ مل کر کام کرنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اہم مقاصد میں شامل ہے- اس طرح، پاکستان کی خارجہ پالیسی اور عرب دنیا کے ساتھ تعلقات عالمی سیاست میں پاکستان کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتے ہیں-

☆☆☆

Civic Sense

تمدنی شعور کی تعمیر نو کی ضرورت

محمد ذیشان دانش

تمدنی شعور (Civic Sense) ایک وسیع اصطلاح ہے جو دو الفاظ پر مشتمل ہے - ایک سیوک اور دوسرا سینس، سیوک کا معنی قصبہ اور شہر کے ضمن میں جبکہ سینس احساس، ادراک اور آگاہی کے زمرے میں آتا ہے- لیکن یہ دونوں الفاظ مل کر جو معنی دیتے ہیں وہ ایک وسیع کینوس پر بکھرتا ہے جسے ہم ''شہری احساس'' یا عام طور پر ''تمدنی شعور'' کے الفاظ سے یاد کرتے یا برتتے ہیں- شہری احساس کا مطلب معاشرے کے اصولوں پر غور کرنا ہے- اس میں قانون کا احترام اور دوسروں کے لئے آسانی، معاملات اور بات چیت کے دوران ''آداب'' کو برقرار رکھنا شامل ہے- یہ لفظ آداب اپنے اندر اک جہاں کو سموئے ہوئے ہے جسے کھوجنا، جاننا اور اس پر عمل کرنا ہی دراصل شہری احساس یا تمدنی شعور یعنی سیوک سینس ہے- تمدنی شعور کی تعریف اگر آسان زبان میں کی جائے تو یہ ''معاشرتی اخلاق، آداب اور اقدار ہیں جو صرف سڑکوں، گلیوں اور عوامی مقامات کی صفائی تک محدود نہیں بلکہ عوامی مقامات کے نظم اور جمالیاتی احساس کو قائم کرنے کا نام ہے''- اس آداب و اقدار کے جہاں میں سب سے پہلے قانون اور پھر اخلاق کا نمبر ہے اور یہ قانون اور اخلاق اپنے معاشرے میں رہنے کے اصول اور اس سے تعلق قائم کرنے اور اسے برتنے کا نظم و نسق ہے- ہماری ذمے بحیثیت شہری جو ذمہ داریاں، فرائض اور حقوق ہیں ان کو بنا کسی صلے کے سرانجام دینا- مثال کے طور پر ہم اپنے بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ پاکستان وسائل سے مالا مال ہے، لیکن یہ بات شاید آج سے چالیس، پچاس برس قبل تک درست ہو آج معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ پانچ دہائیاں قبل تھا- بڑھتی آبادی، وسائل کی تقسیم اور ان وسائل کو استعمال کرنے کے شعور کی کمی اور بے دریغ استعمال نے کیفیت اور صورتحال کو بدل دیا ہے-

پانی، بجلی، گیس و دیگر وسائل کا بے دریغ استعمال نہ کرنا بلکہ ضرورت کے مطابق استعمال کرنا بھی تمدنی شعور کے ہونے کی علامت ہے- مثال کے طور پر بجلی کا بے دریغ استعمال اگر کیا جائے اضافی اور فالتو لائٹس، پنکھے اور دیگر آلات جیسے اے سی، کولنگ سسٹمز، یا ہیوی مشینری فقط اس لئے آف نہ کیے جائیں کہ ان کا بل کون سا ہم نے بھرنا ہے جیسا کہ عموماً دفاتر میں دیکھا جاتا ہے یا میں اس کا بل بھر سکتا ہوں کسی دوسرے کو اس پر کیا اعتراض ہے تو اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس کا اثر دوررس ہے- اگر آپ بل بھر سکتے ہیں آپ کی جیب پر بوجھ نہیں آتا لیکن جس فیڈر اور گرڈ سے آپ کو بجلی مہیا کی جارہی ہے اس پر بوجھ ضرور پڑتا ہے اور آپ کے باعث اس اضافی بوجھ سے ممکن ہے کہ دور کے یا ملحقہ علاقہ کے لوڈ پر فرق پڑے اور اس علاقہ کے مکین ہماری اس حرکت کے باعث تکلیف میں رہیں- اب جو لوگ بجلی چوری کے جرم میں مبتلا ہیں ظاہر ہے کہ ان کے لئے قوانین موجود ہیں-

پانی ایک عطیہ خداوندی ہے اور ہماری زندگی کا دارومدار پانی پر بہت زیادہ ہے- ہماری زمین کا تین حصہ پانی اور

ایک حصہ خشکی پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود ہم اکثر سنتے ہیں کہ پانی کی کمی ہے تو اس سے مراد قابل استعمال پانی ہے، قابل استعمال پانی دن بدن کم ہو رہا ہے اور اس کے معیار میں بھی کمی آرہی ہے، زیر زمین پانی بھی سطح زمین سے دور ہو رہا ہے اس صورت حال میں اگر ہم پینے والے پانی سے روزانہ گاڑیاں دھوئیں، گھروں کے فرش دھوئیں اپنے گھروں کے لان کو بھر بھر پانی دیں تو یہ سیوک سینس اور شعور کے نہ ہونے کی علامات میں سے ایک ہے- لیکن معاملہ صرف یہاں تک ہی نہیں ہے اپنے شہروں کی تعمیر اور ٹاون پلاننگ کے دوران اگر ہم ایسا بندوبست نہیں کرتے کہ بارش کا پانی زیر زمین نہ جا سکے تو یہ بھی یقیناً اچھی علامت نہیں- پانی کے ریزروائر جیسے ڈیم، ندی، جھیل، نہر اور دریا کو صاف رکھیں، اس میں کسی قسم کا گند نہ پھینکیں، اس میں سیوریج کا پانی نہ ڈالیں اور اپنے وسائل کو خود خراب نہ کریں تو یہ ہی افضل ہے-

پانی کی ایک بڑی مقدار گھر کے نلکے سے ایک ایک بوند گرنے کی وجہ سے ضائع ہوتی ہے- تحقیق کے مطابق ایک نل سے پانی ٹپکنے کے باعث اوسط تقریباً ایک گیلن پانی کا ضیاع ہوتا ہے جو سال میں 365 گیلن بنتے ہیں- اس کے علاوہ پانی کے سپلائی کی پائپ لائنز کی لیکج اور بعض اوقات خود انسانی ہاتھوں سے بنائی گئی لیکیج کا تخمینہ اس سے دس گنا زیادہ ہے - اگر ہم ایک احساس ذمہ داری سے بھرپور شہری ہونے کا ثبوت دیں تو کم از کم اپنے گھروں کے نل ٹھیک کروائیں اور پانی کے پائپ لائن پر کسی بھی قسم کی لیکج کی فوری رپورٹ ذمہ داراں کو کریں تو لاکھوں گیلن پانی کا بچا سکتے ہیں جو بوقت ضرورت کام آئے گا-

اپنے گلی محلے میں گند نہ پھیلانا، کوڑا کرکٹ کو اس مخصوص جگہ پر ہدایات کے مطابق رکھنا، ہمیں خود سوچنا چاہیئے کہ اگر ہمارے ٹاؤن سیکٹر یا محلے کی آبادی پندرہ ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اس آبادی کا کوڑا کرکٹ سمیٹنے والے والے دو سو افراد ہیں (اگر اتنے ہیں تو غنیمت ہیں کیونکہ بہت سی جگہوں پر یہ تعداد نہ ہونے کے برابر اور دیہی علاقوں میں سرے سے موجود ہی نہیں ہیں) تو وہ کیسے اتنے افراد کا پھیلایا گند سمیٹیں گے، لیکن اگر 15 ہزار کی آبادی میں سے نصف بھی ان کی مدد کریں اور ان ہدایات پر عمل کریں کہ کوڑا کہاں رکھنا ہے تو اس کو ٹھکانے لگانے میں ان افراد کی کتنی مدد ہو گی یہ بات تو قصبے یا ٹاون کی تھی میٹروپولیٹن یا بڑے شہروں میں کوڑے کے عفریت کے بے قابو ہوتے ہم دیکھ چکے ہیں ان حالات میں صرف سرکار کو دوش دینے کی بجائے ہمیں اپنے انداز بدلنا ہوں گے-

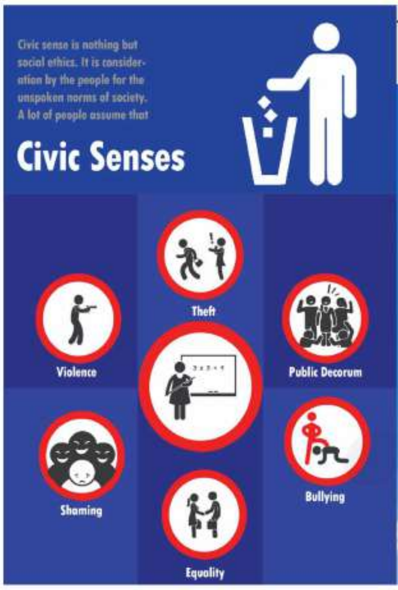

سڑک اور اس پر چلنے والی ٹریفک کسی بھی ملک کی ریسپشن (receiption) ہوتی ہے اس ایک امر سے قوم کا احوال معلوم ہو جاتا ہے اس لئے ٹریفک قوانین کی پابندی انتہائی ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پبلک ٹرانسپورٹ میں سفر کرنے کے آداب اور طریق کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے- دھکم پیل، زیادہ جگہ گھیرنا کسی کو جگہ نہ دینا، بوڑھوں کا خیال نہ رکھنا اور ایسی کئی معاشرتی بیماریاں ہیں جن سے چھٹکارا پانے کی ضرورت ہے، جیسے پبلک ٹرانسپورٹ میں سگریٹ نوشی اور تمباکو استعمال کی پابندی ہے- یہ بات اکثر نوٹ کی گئی ہے کہ اگر گاڑی میں اے سی چل رہا ہو تو سواریاں خود بھی تمباکو کا استعمال نہیں کرتیں اور اگر کوئی ایسا کر بھی دے تو باقی افراد اس کو احساس دلاتے ہیں کہ ایسا نہ کیا جائے - گزارش ہے کہ یہ عمل اے سی سے منسوب نہیں ہونا چاہیئے بلکہ پبلک

ٹرانسپورٹ میں باقی افراد کی صحت اور احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہونا چاہیئے خواہ اے سی ہو یا نہ ہو۔

یہ ایک طویل موضوع ہے جو مسلسل اور مستقل بحث کا متقاضی ہے۔ اختصار کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند سفارشات پیش خدمت ہیں:

- اپنے گھروں سے زیادہ اپنی گلی اور محلے کو صاف رکھیں۔ سیر گاہوں، تفریح گاہوں اور عوامی مقامات پر کوڑا کرکٹ نہ پھیلائیں بلکہ اپنی باقیات کو سمیٹ کر ساتھ لائیں اور جہاں جگہ بنی ہو وہاں رکھیں۔
- ٹریفک قوانین کا خیال رکھیں، جہاں پارکنگ کی جگہ ہو صرف وہاں گاڑی پارک کریں، پریشر ہارن وغیرہ کا استعمال نہ کریں اور ہدایات پر عمل کریں۔

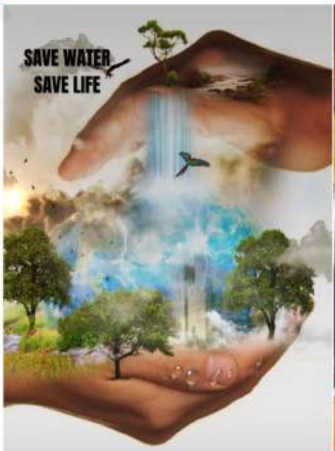

- بوڑھے، بچے اور کمزور افراد کا احساس زیادہ کریں اور دیگر عام افراد کا احساس بھی اپنے دل میں جگائیں۔
- وسائل کو بے دریغ استعمال نہ کریں اور حکومتی اور عوامی وسائل کو اسی طرح استعمال کریں کہ جیسے وہ آپ کے اپنے ہیں۔
- کہیں باہر کھانے جائیں تو باقی افراد بھی موجود ہیں اس کا خیال کریں اور کھانا اتنا ہی منگوائیں جتنا کہ ضروری ہو۔ کھانا ضائع نہ کریں کیونکہ ایک پلیٹ کھانا یا اناج اگانے میں بھی محنت صرف ہوتی ہے جبکہ اسے ضائع کرنے میں منٹ بھی نہیں لگتا۔
- ماحول کا خیال رکھیں، ماحول دوست پالیسی اور انداز کو اپنائیں، پولیوشن اور دیگر خطرناک اشیاء جیسے پلاسٹک کا استعمال کم سے کم کریں۔
- اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھیں، اونچی آواز میں گانا نہ بجائیں اور نہ ہی شور وغوغا کریں۔
- کمزوروں اور اقلیتوں کا بھرپور خیال رکھیں، انہیں اپنے ملک کا شہری اور انسان سمجھیں۔
- پبلک مقامات پر تھوکنے، کوڑا پھینکنے، دیواروں پر لکھنے، اشتہار بازی (وال چاکنگ) ہرگز نہ کریں۔

آخر میں دو بہت ضروری گزارشات:

- حکومت نصاب میں سیوک سینس کے مضامین شامل کرے جس سے والدین کے ساتھ ساتھ معاشرے میں موجود بڑے اور سینئر سٹیزن کی اہمیت اور ادب و احترام کا میلان پیدا ہوگا، اپنے شہروں اور علاقے سے کیا سلوک کرنا ہے، اس کا ادراک ہوگا اور اس ضمن میں خصوصی طور پر سول سوسائٹی اور معزز افراد سے مل کر لائحہ عمل تیار کرے۔
- علماء کرام سماجی و تمدنی شعور پر عوام کو آگاہ کریں اور جمعہ کے خطبوں اور اس کے علاوہ عوامی اجتماعات میں اس موضوع کا بھی احاطہ کریں۔

☆☆☆

پاکستان کا ثقافتی و مذہبی تنوع

وسیم فارابی
شعبہ فلسفہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

ابتدائیہ:

قدرت نے پاکستان کو ثقافتی، سماجی اور معاشرتی تنوع سے نوازا ہے- پاکستان کے اندر مختلف مذہبوں اور ثقافتوں کی ایک تاریخ موجود ہے- جنوبی ایشیاء میں واقع مملکت خداداد پاکستان کا ثقافتی منظرنامہ میں جہاں ایک تنوع کا عالم برپا ہے تو وہاں دوسری طرف قومی یکجہتی اور ہم آہنگی کا عنصر بھی نمایاں پایا جاتا ہے- زیر نظر مضمون میں ہم پاکستان ثقافتی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، مذہبی اور دیگر حالات زندگی کے اعتبار سے پائے جانے والے تنوع کا جائزہ لیں گے-

پاکستان میں کثیر الجہتی بولیاں:

پاکستان میں قومی اور علاقائی سطح پر مختلف زبانیں بولی، لکھی اور سمجھی جاتی ہیں- ایتھنولوگ کے مطابق پاکستان میں 77 زبانیں نمایاں ہیں- ان میں سے 68 مقامی اور 9 غیر مقامی ہیں-[1] یہ مختلف زبانیں، مختلف علاقائی گروہوں کی نمائندگی کرتی ہیں- انگریزی، پاکستان کی سرکاری زبان ہے، تمام معاہدے اور سرکاری کام انگریزی زبان میں ہی طے کیے جاتے ہیں، جبکہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے- پاکستان کی صوبائی زبانوں میں پنجابی اور سرائیکی صوبہ پنجاب، پشتو اور ہندکو صوبہ خیبر پختونخوا، سندھی صوبہ سندھ، بلوچی صوبہ بلوچستان اور شینا گلگت بلتستان میں تسلیم شدہ زبانیں ہیں- ایک اندازے کے مطابق گوجری کثیر العلاقائی زبان کے طور پر مشہور ہے- پاکستان میں رائج دوسری زبانوں اور لہجوں میں آیر، بدیشی، باگری، بلتی، بٹیری، بھایا، براہوی، بروشسکی، چلیسو، دامیڑی، دیہواری، دھاتکی، ڈوماکی، فارسی، دری، رچناوی، گواربتی، گھیرا، گوریا، گوورو، ہریانی، گجراتی، گوجری، گرگلا، ہزاراگی، ہندکو، جانگلی، جدگلی، جنداوڑا، کبوترا، کچھی، کالامی، کالاشہ، کلکوٹی، کامویری، کشمیری، کاٹی، کھیترانی، کھوار، انڈس کوہستانی، کولی (تین لہجے)، لہندا لاسی، لوارکی، مارواڑی، میمنی، اوڈ، ارمری، پہاڑی، پوٹھواری، پھالولہ، سانسی، ساوی، شینا (دو لہجے)، توروالی، اوشوجو، واگھری، وخی، وانیسی اور یدغہ وغیرہ شامل ہیں-

ان زبانوں میں سے بعض زبانیں عالمی طور پہ اپنی افادیت کھو رہی ہیں کیونکہ ان زبانوں کو بولنے والوں کی تعداد نسبتاً نہایت قلیل رہ گئی ہے- وجود کے خطرات میں گھری یہ زبانیں زیادہ تر ہند فارس شاخ اور ہند یورپی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں- پاکستان کے علاقے چترال کو ملک کا کثیر اللسانی خطہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے اس ضلع میں کل چودہ زبانیں بولی جاتی ہیں- یہ زبانیں پاکستان کی لسانی تنوع کی عکاسی کرتی ہیں اور ہر زبان کی اپنی ادبی، ثقافتی اور تاریخی اہمیت ہے- پاکستان کے مختلف حصوں میں بولی جانے والی یہ زبانیں مقامی ثقافت اور روایات کی مضبوط بنیادہیں-

مذاہب اور فرقے:

پاکستان میں دین اسلام کے پیروکاروں کی اکثریت ہونے کے باوجود یہ ایک کثیر المذہبی ملک ہے- ان مذاہب میں عیسائیت، ہندو مت، جین مت سکھ دھرم، بہائی مذہب، بدھ مت اور پارسی مذہب کے افراد نمایاں ہیں-[2] پاکستان میں مختلف مذاہب کا یہ تنوع ملک کی ثقافتی اور مذہبی تاریخ کا آئینہ دار ہے- پاکستان کے صوبہ سندھ میں ہندو مت کو ماننے والوں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے- ہندوؤں کی مقدس کتاب رگ وید کی

[1] https://www.ethnologue.com/country/PK/

[2] USCIRF report 2022

تعلیمات اسی علاقے سے جڑی ہیں- اس کے علاوہ ہندو مت میں مختلف فرقوں مثلاً وشنو مت، شیو مت اور شاکت مت کے ماننے والے افراد شامل ہیں- پاکستان میں عیسائی بھی موجود ہیں جن میں مختلف فرقے جیسے رومن کیتھولک، پروٹیسٹنٹ، ایل ڈی ایس اور اینگلیکن شامل ہیں- جین مت کی قدیم تاریخ بھی موجود ہے، لیکن آج کل پاکستان میں جین مت کے پیروکار بہت کم ہیں- سکھوں کی بھی بڑی کافی تعداد یہاں بستی ہے- بدھ مت کے بانی گوتم بدھ اور سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک نے آج کے موجودہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں قیام کیا تھا، کٹاس راج مندر کے بارے کہا جاتا ہے کہ یہاں ہندو دھرم کی اہم شخصیت کرشنا نے قیام کیا- پاکستان کے مختلف علاقوں خاص طور پر ٹیکسلا، سوات، تخت بھائی اور گلگت بلتستان میں بدھ مت کے قدیم آثار پائے جاتے ہیں اسی طرح اسلام آباد میں بدھا کیو(Budha Caves) ہیں- قادیانی مذہب کو دنیائے اسلام میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص 1974ء میں آئین پاکستان کے تحت غیر مسلم ہیں اور قادیانیت غیر مسلم اقلیتی مذہب ہے - قادیانی مذہب اور بہائی مذہب کے پیروکار بھی مختلف علاقوں میں موجود ہیں-

مختلف مذاہب کے پاکستان میں مسلمان فرقوں کا بھی تنوع پایا جاتا ہے -پاکستان میں 96.5 فیصد مسلمانوں کی کُل آبادی میں 80 سے 90 فیصد اکثریت اہلسنت کی ہے- جبکہ 10 سے 15 فیصد اثنا عشری اہل تشیع کی ہے-[3] اہلسنت کے مختلف فرقوں میں بریلوی (کُل اکثریت کا 75 سے 80 فیصد)، دیوبندی (تقریباً 15- 20 فیصد)، اہل حدیث / سلفی (5 فیصد) شامل ہیں- اسماعیلی فرقہ کی آغا خانی اور بوہرہ دو اہم شاخیں ہیں-[4]

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ پاکستان میں فرقہ پرستی کا عنصر نو آبادیاتی دور میں کھُل کر سامنے آیا اور اس وقت فرقوں کا تنوع اس فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ رہا ہے- بد قسمتی سے بہت سے نام نہاد مذہبی عناصر نے اپنے مفادات کی خاطر فرقہ وارانہ شدت پسندی کو ہوا دی ہے جو گزشتہ کئی دہائیوں سے ہماری قومی، مذہبی اور ملی بنیادوں کو مسمار کر رہی ہے- یہ انتہا پسندی، مذہبی فرقہ واریت اور جہالت بد قسمتی سے اب ہمارا کلچرل ٹریڈ مارک ہے جس کے باعث باہمی احترام کی فضا شدید متاثر ہوئی ہے-

معاشی اور اقتصادی تنوّع:

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیویلپمنٹ اکنامکس کے مطابق معاشی تقسیم کی بنیاد پر پاکستان کی آبادی کو پانچ اہم طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے جس کے مطابق اپر کلاس یا ایلیٹ دو سے چار ملین لوگوں پر محیط ہے- اس میں دولت مند تاجر، سیاستدان اور اعلیٰ مرتبے والے افسران شامل ہیں- اس کے بعد اپر مڈل کلاس آتی ہے جس کی آبادی 10 سے 14 ملین لوگوں پر محیط ہے- اس میں بڑے پیشہ ور افراد، مینیجرز اور انٹرپرائنائزر شامل ہیں- اس کے بعد مڈل کلاس آتی ہے جس کی آبادی 40 سے 50 ملین لوگوں پر مشتمل ہے- اس میں چھوٹے کاروباری حضرات، کلرکس اور ہنر رکھنے والے افراد شامل ہیں- اس کے بعد لوئر مڈل کلاس ہے- جو کہ 60 سے 70 ملین لوگوں پر مشتمل ہے اس میں کسان، چھوٹے کاموں کی مہارت رکھنے والے افراد اور مزدور شامل ہیں- آخر میں لوئر کلاس آتی ہے جو کہ 60 سے 80 ملین لوگوں پر مشتمل ہے- اس میں بغیر ہنر والے افراد، عام مزدور اور انتہائی غریب طبقے کے لوگ شامل ہیں- ورلڈ بینک کی رپورٹ 2022ء کے مطابق پاکستان میں 39.3٪ آبادی خطِ غربت سے نیچے رہ رہی ہے جو کہ تقریباً 80 سے 90 ملین لوگوں پہ محیط ہے-

شہری و دیہی تنوّع:

پاکستان بیورو آف سٹیٹسٹک 2017ء کے مطابق پاکستان میں شہری آبادی کا تناسب 75.58 ملین ہے اور دیہی آبادی کا تناسب 132.19 ملین ہے- جبکہ پنجاب میں شہری آبادی کا تناسب 43.6 ملین اور دیہی آبادی کا تناسب 82.4 ملین ہے، سندھ میں شہری آبادی 29.2 ملین اور دیہی آبادی 26.5 ملین ہے، خیبر پختونخواہ میں شہری آبادی کا تناسب 10.2 ملین اور دیہی آبادی کا تناسب 33.5 ملین ہے، اسی طرح بلوچستان میں

---

[3] Pew Research Center. https://www.pewresearch.org/wp-content/uploads/sites/7/2009/10/Shiarange.pdf

[4] https://cf2r.org/tribune/roots-of-radical-islamist-ideologies-in-south-asia-part-2/
Pakistan Today, Dec 27, 2021. https://www.pakistantoday.com.pk/2021/12/27/theological-roots-and-politics-of-tlp/

شہری آبادی کا تناسب 3.6 ملین اور دیہی آبادی کا تناسب 17.1 ملین ہے-

تعلیم کا تنوّع:

ورلڈ بینک 2022ء کے سروے کے مطابق، 10 سال یا اس سے زیادہ خواندہ آبادی میں 70.2 فیصد مرد اور 46.5 فیصد عورتیں شامل ہے -کم خواندہ آبادی میں 14.1 فیصد لوگ شامل ہیں، جو کہ صرف پڑھ لکھ سکتے ہیں لیکن ان کی تعلیم پرائمری سے کم ہے -اسی طرح ناخواندہ آبادی میں مردوں کی تعداد 19.5 فیصد اور عورتوں کی تعداد 35.6 فیصد ہے-

عمر کا تنوّع:

2023ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں 0 سے 14 سال کی عمر کے حامل افراد کی تعداد 40.3 فیصد ہے اور 15 سے 64 سال کی عمر کے حامل افراد کی تعداد 56 فیصد ہے. جبکہ 65 سال یا اس سے زیادہ عمر کے لوگوں کی تعداد 3.7 فیصد ہے-

پاکستان میں ذاتوں اور قبائل کا تنوّع:

پاکستان میں کثیر الانواع ذاتیں موجود ہیں جن کا تعلق کہیں تو قبائل کے ساتھ اور کہیں پیشے کے ساتھ بھی جڑا ہے، بلوچ، پشتون، کشمیری، سندھی، گجراتی وغیرہ شامل ہیں- اگر ہم انفرادی سطح پر اس کا ذکر کریں تو بلوچ بنیادی طور پر صوبہ بلوچستان میں آباد ہونے کے ساتھ ساتھ ملک کے دیگر حصوں میں بھی آباد ہیں- بلوچوں کے بڑے قبائل میں رند، مری، رئیسانی، مگسی، بروہی، بگٹی، مینگل اور چھوٹے بڑے بہت سے شامل ہیں- پشتون، جنہیں عرف عام میں پٹھان بھی کہا جاتا ہے، زیادہ تر خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں آباد ہیں- بڑے قبائل میں یوسفزئی، آفریدی، محسود، وزیر، ترین اور دیگر بہت سے شامل ہیں- آزاد جموں وکشمیر کے کشمیری لوگ پاکستان میں آزاد کشمیر اور پنجاب کے کچھ حصوں میں آباد ہیں- کشمیری کمیونٹی متنوع ہے جس کے افراد مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں- سندھی صوبہ سندھ کے مقامی ہیں اور سندھی زبان بولتے ہیں-

بڑے سندھی قبائل میں بھٹو، میمن، تالپور اور جونیجو شامل ہیں- پاکستان میں گجراتی کمیونٹی ایسے افراد پر مشتمل ہے جن کی اصل ہندوستانی ریاست گجرات سے ملتی ہے- وہ بنیادی طور پر کراچی میں آباد ہیں- گجراتی کمیونٹی میں متنوع گروہ شامل ہیں، جیسے میمن اور کھوجا شامل ہیں- پنجاب میں ذاتوں کا تنوع بہت وسیع ہے- یہاں مختلف نسلی گروہ، زبانیں اور ثقافتیں پائی جاتی ہیں جو صدیوں پرانی تاریخ کی عکاسی کرتی ہیں- بڑی تعداد میں راجپوت، جاٹ، گجر، آرائیں، اعوان، نیازی، شیخ، سید اور کمبوہ وغیرہ آباد ہیں- یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ تقریباً تمام علاقوں میں ذات، برادری اور قبائل انتخابات میں غیر معمولی طور پہ اثر انداز ہوتے ہیں-

سیاسی جماعتوں کا تنوّع:

تنوّع کا کثیر الجہتی منظر سیاسی عمل میں بھی موجود ہے - پاکستان میں انواع و اقسام کی سیاسی جماعتیں پائی جاتی ہیں قومی اور وفاقی سیاست کرنے والی جماعتیں، صوبائیت کا نعرہ، علاقائیت کا نعرہ، مقامی قومیت کا نعرہ، لسانی بنیاد پہ سیاسی جماعت کا قیام- اسی طرح مذہبی سیاست میں بھی بہت تنوع ہے بعض مذہبی سیاسی جماعتیں دعویٰ ہمہ گیریت کا کرتی ہیں ان کا بظاہر فوکس اسلامائزیشن پہ ہوتا ہے مگر تاریخی عمل یہی ثابت کرتا ہے کہ مذہب کے نام پہ سیاسی جماعتوں کا اصل مقصد فرقہ وارانہ مفادات ہی ہیں مگر فرقوں کا نام نہیں لیتے- بعض جماعتیں کھل کر فرقہ وارانہ سیاست کرتی ہیں ان میں بھی مزید کئی اقسام ہیں جیسا کہ کچھ کے پیچھے برادر اسلامی ممالک کا سرمایہ اور سپورٹ ہوتی ہے اور کچھ صرف ملکی سطح تک محدود ہوتی ہیں- کمیونٹی کی بنیاد پہ بھی سیاسی جماعتیں ہیں جیسا کہ مہاجرین سے تعلق رکھنے والی جماعتیں جن میں مختلف زبانیں بولنے والے مختلف خطوں کے وہ لوگ جو قیام پاکستان کے وقت ہجرت کر کے آئے-

طرز ہائے تعمیر:

پاکستان کی تاریخ میں قدیم زمانے سے جدید دور تک مختلف طرز ہائے تعمیرات ملتے ہیں- مہر گڑھ تہذیب کے مٹی اور

اینٹوں کے مکانات،[5] وادی سندھ کی تہذیب کے عظیم شہروں موہنجوداڑو اور ہڑپہ میں پیچیدہ منصوبہ بندی، پکی اینٹوں سے بنے مکانات، نکاسی آب کے نظام اور بڑے بڑے گودام اور پشاور، سوات اور ٹیکسلا میں پائی جانے والی گندھارا تہذیب میں بدھ مت کے اسٹوپے[6] (جو یونانی اور ایرانی طرز تعمیر کا امتزاج ہیں)اس کی قدیم مثالیں ہیں-[7] اسلامی دور میں غزنوی اور غوری سلطنتوں کی تعمیرات، مغلیہ دور کے لاہور کے شاہی قلعہ، شالیمار باغ، بادشاہی مسجد اور دیگر نمایاں ہیں-[8]

برطانوی نو آبادیاتی دور میں کراچی اور لاہور میں گوتھک اور نو کلاسیکل طرز کی عمارتیں تعمیر ہوئیں -[9] سکھ دور میں گوردوارہ جنم استھان، سمرک محل اور پنجہ صاحب جیسی تعمیرات کی گئیں جبکہ ابھی اور کرتارپور راویریا کو بنایا گیا- ہندو مندروں میں کٹاس راج مندر، ہنگلاج ماتا مندر وغیرہ شامل ہیں-[10] آزادی کے بعد جدید طرز کی تعمیرات جیسے اسلام آباد کی فیصل مسجد، کراچی کی قائد اعظم لائبریری اور لاہور کا مینارِ پاکستان تعمیر ہوئے- موجودہ دور میں جدید طرز پر تعمیر کی گئی رہائشی سکیمیں شامل ہیں جن میں آج کی ضروریات کے مطابق رہائشی اور تجارتی عمارتوں کو تعمیر کیا گیا ہے- یہ مختلف ادوار کی تعمیرات پاکستان کی متنوع ثقافتی اور تاریخی ورثے کی عکاسی کرتی ہیں-

آرٹ:

پاکستان کے تمام صوبوں کی مقامی بولیوں اور زبانوں میں شاعری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں اور ہر صوبہ کے مقامی اسلوب اور لسانی پیرائے کا اظہار ملتا ہے-پنجابی زبان کا ایک نمایاں لہجہ ہمیں دوہڑے اور ماہیے کی صنف میں ملتا ہے- اسی طرح سرائیکی دوہڑا بھی بے حد پسند کیا جاتا ہے-لوک شاعری میں تمام علاقوں میں حمد، نعت، نظم، غزل، رزمیہ نظمیں، عشقیہ داستانیں، عشقیہ گیت، لوریاں اور پہیلیوں کی صورت میں کلام ملتا ہے- لوک گیت کی مثالیں بھی موجود ہیں-بلوچی لوک گیتوں میں لیلڑی ، لیکو ، زہیروک، لاڑوگ، ھالو، سوت اور موتک جیسی اقسام شامل ہیں-سندھی شاعری میں غزل، نظم، بیت ، دوہے ، وائی، کافی، آزاد نظم، سانیٹ، ٹپہ، ماہیا اور ہائیکو جیسی اصناف میں کلام ملتا ہے- پشتو لوک گیت بہت مقبول ہیں- مثلاً لنڈئی، چاربیتہ، نیمہ کئی، بگتئی، بدلہ، لوبہ اور اللہ ہُو یہ سب پشتو لوک گیت کی اقسام ہیں-

صوفیانہ شاعری اور صوفیاء کے کلام کی بنائی گئی دھنیں آج بھی دلوں کو عشق کی حرارت سے لبریز کرتی ہیں- مقامی لہجوں میں گیت مقبول عام ہے-اسی طرح مختلف اقسام کے آلاتِ موسیقی بھی استعمال کئے جاتے ہیں-مثال کے طور پر، ڈھول پنجابی، رُباب پختون، سرود اور بینجو بلوچی اور الغوزہ سندھی ثقافتی موسیقی کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں اس کے علاوہ کئی ایسے آلاتِ موسیقی ہیں جو کہ مخصوص سماجی تہواروں اور گروہوں سے منسلک مانے جاتے ہیں- جیسا کہ شہنائی شادی بیاہ کے موقعوں پر بجائی جاتی ہے اور طبلہ، طنبہ اور سارنگی کو صوفیانہ موسیقی اور جوگیوں کی روایات سے جوڑا جاتا ہے- پاکستان کے روایتی آلاتِ موسیقی میں دف، طبلہ، ستار، رُباب، سارنگی، بین، بانسری، ڈھول، ڈھولک، تھال، گھڑا، ایکتارا، شہنائی، چمٹا، ہارمونیم، الغوزہ، طنبور، بھورینڈو، چاردھایاپامیری رُباب، بلوچی بینجو، سرود، سروز، وینہ، تانپورہ، دنبورہ سرِ فہرست ہیں[11]-اس کے علاوہ پاکستان میں بجائے جانے والے آلاتِ موسیقی میں سورنائی، سُر بہار، سورسنگھار، نقرہ، خنجاری، پکھاوج، بانجو جلترنگ، وچھاترا سنتور، سارگی، سارندہ، طاؤس، سروز، دلرُبا،

[5]Jarrige, C., Francois, J., Meadow, R. H., & Quivron, G. (1995). Mehrgarh: Field Report 1974-1985 From Neolithic Times to the Indus Civilization. Karachi: the Department of Culture and Tourism, Government of Sindh, Pakistan
[6]Possehl, G. L. (2002). The Indus Civilization: A Contemporary Perspective. AltaMira Press.
[7]Behrendt, K. A. (2007). The Art of Gandhara in the Metropolitan Museum of Art. Metropolitan Museum of Art.
[8]Koch, E. (2014). Mughal Architecture: An Outline of Its History and Development (1526-1858). Primu
[9]Tillotson, G. H. (1989). The Tradition of Indian Architecture: Continuity, Change, and the Politics of Style since 1850. Yale University Press.
[10]Mumtaz, K. K. (1989). Temples of Koh-e-Jud & Thar:. Lahore: Anjuman Mimaran
[11] https://www.travel-culture.com/pakistan/music/instruments.shtml
https://www.bbc.com/urdu/entertainment-42225605

بانسری، سورنائی، خنجاری،، ڈھولک، نقرہ، چمٹا، پکھاوج، جلترنگ بورینڈو، بابُل ترنگ، چپاروں، چنگ، دفالی، دائرہ، دنبورو، ڈانڈو، دفو، ڈُھل، ڈِلو، ڈونیلی، غازی، کماچی، کانی، کرتل، مُرلی، مُتا، نغارہ، نر، پاوا، پُنگی، سارندہ، سارو، شرنائی، سُراندو، تلیون، طنبی بھی شامل ہیں۔[12]

ٹیکسٹائل آرٹ یا کشیدہ کاری:

ٹیکسٹائل آرٹ پاکستانی خطے کی قدیم روایتوں میں شامل ہے۔سندھ اور بلوچستان کے لوگ بالخصوص خواتین کی ٹیکسٹائل آرٹ بہت مشہور ہے اور ان کی آرٹ میں رنگ، ڈیزائن اور نقش مخصوص گروہ، ان کے پیشے اور سماجی مقام کی عکاسی کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرز پر پنجابی، پختون، بلوچی، گلگتی، بلتستانی، چترالی، کشمیری اور پوٹھوہاری خواتین اور مرد اپنے اپنے لباس کو سجاتے ہیں۔ ٹیکسٹائل آرٹ کے وہ شاہکار جو تقریباً پاکستان کے تمام علاقوں میں مقبول ہیں ان میں سندھی اجرک، سندھی ٹوپی، سندھی بھجکی (Ladies Purse) بلوچی ٹوپی، پختون پاکول (ٹوپی)، چترالی پاکول، ہنزئی پاکول، روایتی چادریں، پختون واسکٹ اور گھاگرے بہت نمایاں ہیں۔

رسم الخط:

پاکستان میں عربی زبان کیلئے نسخ اور رقعہ، دیوانی رسم الخط استعمال ہوتے ہیں۔ اردو زبان کے لئے نسخ، نستعلیق رسم الخط کو زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے مگر عربی اور اردو کی خطاطی کے لئے دیگر رسم الخط میں کوفی، ثلث وغیرہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ پاکستان کے دیگر علاقوں میں لکھی جانے والی زبانوں میں پشتو، سندھی، بلوچی / براہوی کے لئے عام طور پر نسخ رسم الخط ہی استعمال کیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے اور پڑھنے میں آسانی ہو۔سندھی زبان کے لئے عربی سندھی رسم الخط بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ پنجابی زبان کے لئے دو رسم الخط استعمال ہوتے ہیں جن میں گورکھی اور شاہ مکھی، پہلا سکھوں کی زبان لکھنے کے لئے اور دوسرا مسلمانوں کی زبان لکھنے کے لئے۔ہندو اور سنسکرت زبانوں کے لئے دیوناگری رسم الخط بیشتر استعمال کیا جاتا ہے۔ سندھ کے علاقوں میں اسماعیلی کمیونٹی کے لئے کھوڑو رسم الخط استعمال ہوتا ہے (خاص طور پر تحریری روایت کے طور پر)۔ کھوار (چترال کے علاقے میں بولی جانے والی زبان)، شینا (گلگت کے کچھ علاقوں میں)، بلتی (گلگت کے کچھ علاقوں میں) زبانوں کے رسم الخط شامل ہیں۔ انگریزی کیلئے رومن رسم الخط استعمال کیا جاتا ہے۔

روایتی لباس:

پاکستان میں، روایتی لباس مختلف علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں، جو ہر ایک خطے کے منفرد ثقافتی ورثے اور آب و ہوا کی عکاسی کرتا ہے۔پنجاب میں مردوں کے روایتی لباس میں سیدھے کٹے ہوئے پنجابی شلوار قمیض، کرتہ، دھوتی اور لنگی شامل ہیں۔ دیہی مرد اکثر پتلے کپڑے کی پگڑی پہنتے ہیں، خاص طور پر دیہی علاقوں میں، اور روایتی جوتے جسے کھسہ کہا جاتا ہے وہ پہنتے ہیں۔ پوٹھوہاری شلوار، ملتانی شلوار اور بہاولپوری شلوار مخصوص انداز ہیں جو چوڑے اور تہہ دار ہیں۔ خواتین عام طور پر پنجابی سوٹ پہنتی ہیں، جس میں ڈھیلے پیلیٹڈ ٹراؤزر کے ساتھ ایک مختصر، فٹ ٹیونک کا جوڑا ہوتا ہے۔ اس لباس میں اکثر وسیع پیمانے پر کڑھائی کی جاتی ہے جیسے پھولکاری، ہاتھ کی کڑھائی کی روایتی تکنیک۔ دیہی علاقوں میں خواتین پوٹھوہاری شلوار، پٹیالہ شلوار، لاچا، گاگرا، قرتی، لہنگا اور پھولکاری بھی پہنتی ہیں۔

سندھ کے روایتی لباس میں شلوار قمیض شامل ہے، جسے اکثر مخصوص سندھی ٹوپی اور اجرک کے ساتھ جوڑا جاتا ہے، پیچیدہ ڈیزائن والی شال کے ساتھ۔ مرد بھی دھوتی پہن سکتے ہیں۔ سندھی خواتین رنگ برنگی چولی، گھاگرے کے ساتھ جوڑا زیبِ تن کرتی ہیں۔ یہ اپنے منفرد آئینے کے کام اور پیچیدہ ہاتھ

[12]https://pakistanstudies-aips.org/node/62

کی کڑھائی کے لیے مشہور ہیں-خواتین کا ایک اور روایتی لباس لہنگا اور چولی ہے جسے گاجی کہتے ہیں، خاص طور پر سندھ کے پہاڑی علاقوں میں مشہور ہے-

بلوچی مرد ڈھیلے شلوار قمیض پہنتے ہیں، اکثر چوڑی شلواروں کے ساتھ صحرا کی گرمی سے خود کو بچانے کیلئے پگڑیوں کے مختلف انداز سورج سے بچانے کے لیے زیبِ تن کرتے ہیں-بلوچی خواتین شلوار کے ساتھ لمبے، ڈھیلے ٹونکس (قمیض) پہنتی ہیں-ان لباسوں کو پیچیدہ کڑھائی اور آئینے کے کام سے سجایا جاتا ہے، اور رنگ پیلیٹ مٹی کے ٹونز سے لے کر گہرے بلیوز اور پرپلز تک ہیں جو اس خطے کے صحرائی منظر کی نمائندگی کرتے ہیں-

خیبر پختونخواہ میں مرد روایتی لباس میں شلوار قمیض پہنتے ہیں، جس میں ڈھیلا ڈھالا اور متحرک رنگ شامل ہے- مرد پشاوری چپل جیسے روایتی جوتے بھی پہنتے ہیں -خواتین شلوار قمیض پہنتی ہیں جسے روایتی واسکٹ کے ساتھ جوڑا جاتا ہے جسے 'واسیک' کہا جاتا ہے- ان لباسوں میں اکثر پیچیدہ تھریڈنگ اور آئینے کی زیبائش ہوتی ہے، جس سے لباس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے-

شیروانی رسمی مواقع پر پہنی جاتی ہے، خاص طور پر دولہا شادیوں کے دوران زیبِ تن کرتا ہے جو ایک لمبے کوٹ جیسا لباس ہے جو شلوار قمیض کے اوپر پہنا جاتا ہے-چمڑے سے بنے روایتی کھُسے پہنے جاتے ہیں جو اکثر سیر امک موتیوں، آئینے اور دیگر زیورات سے مزین ہوتے ہیں-

اختتامیہ:

پاکستان کو ثقافتی، سماجی، مذہبی اور معاشرتی تنوع کے تناظر میں دیکھا جائے، تو یہ ایک انتہائی ہزاروں رنگوں کا گلدستہ نما نظر آتا ہے-جو یقیناً ہر طبقہ کا تنوع اِسے حسین سے حسین تر بناتا ہے، بشر طیکہ ہر قسمی تنوع اپنے اپنے دھارے میں چلتا اور بڑھتا رہے- تنوع میں پر امن زندگی کی ایک ہی شرط ہے اور وہ ہے دوسروں کا احترام-

لیکن بد قسمتی سے گزشتہ ایک صدی کی سماجی تاریخ کا اگر طائرانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مذہبی و سیکولر ملائیت زدہ ذہنیت نے اپنی کم ظرفی، کم علمی اور کج فہم رویوں، طریقہ کار اور محدود مفاد پرستانہ سوچ کی وجہ سے مذہبی و دیگر تنوع کو آپس میں ٹکرا دیا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں انتشار اور پر تشدد شدت پسندی نے جنم لیا- تاریخ عمل میں دیکھیں تو بر صغیر میں ہزار برس تک اولیاء اللہ نے اس رنگ برنگیت اور تنوع میں پر امن معاشرہ بھی چلا کر دکھایا اور اسلام بھی پھیلایا، برطانوی نو آبادیات کے بعد ملائیت کو بااختیار کیا گیا تو نتیجہ ہم سب بھگت رہے ہیں-

اس کٹھن اور گھٹن زدہ ماحول میں تنوع کو برداشت اور جذب کرتے ہوئے پر امن بقائے باہمی کے حصول کا واحد ذریعہ تصوف و روحانیت ہے- صوفی ازم ہی وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے اتنے زیادہ تنوع میں ہم آہنگی پیدا کی جاسکتی ہے- اس کی ایک اہم مثال ہمارا وجود ہے جس میں اربعہ عناصر کو صرف روح ہی نے یکجا کیا ہوا ہے، اگر روح نکل جائے تو وجود ریزہ ریزہ ہو جائے، تعفن اور بدبو پھیل جائے، لیکن یہ روح کا فیض ہے کہ وجود گلنے، سڑنے اور تعفن سے محفوظ ہے، یہی فیض انفرادی سے اجتماعی و سماجی کرنا ہے-

معاشرتی ہم آہنگی کا ایک اہم ذریعہ یکساں تعلیمی نظام بھی ہے- جس کے ذریعے مذہبی تنوع اور منافرت کم کے ہم آہنگی کے فروغ کیلئے نئی نسل کو اختلافات سے بچا کر اتحاد و یگانگت کی تسبی میں پرویا جاسکتا ہے- وگرنہ اس وقت ملک میں کئی طرح کے تعلیمی ماڈلز موجود ہیں جو تقسیم در تقسیم کے ساتھ ساتھ معاشرے کو طبقات میں بانٹنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں-

آج ہمیں قائد اعظم محمد علی جناح کی طرح قومی قیادت درکار ہے جس کا پاکستانی معاشرہ کے حوالے سے کوئی ہمہ جہت وژن ہو، جو اس سارے تنوع کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، مسائل کو حل کر سکے اور قوت کو ملک و قوم کی فلاح و بہبود میں صرف کرے- قائد اعظم وہ واحد لیڈر ہیں جو آج تک تمام قبائل میں بے پناہ مقبولیت رکھتے ہیں- اس کی سب سے بڑی وجہ ان کی صداقت، اصول پسندی تھی اور تنوع کو جذب کر لینے کا کرشمہ تھا- آج بھی ایسا ہی لیڈر اس قوم کو چاہئے جو قائد اعظم کی طرح سچا، با اصول اور متنوع ہو-

☆☆☆

پاکستان کا ثقافتی ورثہ

مغلیہ عہد کی تعمیرات کا فنی مطالعہ

حسن رضا آر کیٹیکٹ

پاکستان کا قومی ورثہ، مغلیہ فنِ تعمیر، اپنی بے مثال فنکارانہ اور تاریخی اہمیت کیلئے عالمی سطح پر مشہور ایک عظیم اور شاندار عہد نامہ کے طور پر کھڑا ہے- مغلیہ فنِ تعمیر اپنی مہارت، کاریگری اور انجینئرنگ کے کارناموں کے لیے مشہور ہے جو تاریخ کے صفحات کو روشن کرتا ہے-مغلیہ دور حکومت نے اکبر، جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگزیب جیسے مختلف باذوق حکمرانوں کے زیر اثر ایک ایسے طرز تعمیر کی سرپرستی کی جس نے اسلامی، فارسی، ترکی اور برصغیر کے اثرات کو ملا کر بے مثال خوبصورتی اور جدت کے ساتھ فنِ تعمیر کے شاہکار بنائے-

مغلیہ فنِ تعمیر کی خصوصیت بلند و بالا میناروں، پیچیدہ گنبدوں اور سنگ مرمر کے نقش و نگار سے ہے جو لاہور کی بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ، شالامار باغ اور ٹھٹھہ کی شاہ جہاں مسجد جیسی مشہور عمارتوں کی زینت ہیں-

ملک پاکستان کے متعدد شہروں میں مغلیہ فنِ تعمیر کی بے شمار مثالیں ہیں، جن میں سے ہر ایک اس دور کی نفاست اور فنکارانہ صلاحیتوں کی عکاسی کرتی ہے- یہ عمارتیں نہ صرف ثقافتی علامت کے طور پر کام کرتی ہیں بلکہ پاکستان کی عظیم تاریخ اور پائیدار ثقافتی ورثے کی علامت بھی ہیں، جو دنیا بھر سے آنے والے سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں جو ان کی خوبصورتی، فنِ تعمیر اور تاریخی اہمیت پر حیران ہوتے ہیں-

عالمی ورثہ اور مغلیہ فنِ تعمیر:

پاکستان میں موجود مغلیہ تعمیرات میں مختلف عمارتیں ایسی ہیں جن کو یونیسکو نے عالمی ورثے کی لسٹ میں شامل کیا ہوا ہے- ان میں لاہور کا شاہی قلعہ اور شالامار باغ شامل ہیں، جنہیں 1981ء میں یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثے کی فہرست میں شامل کیا گیا تھا، جبکہ ٹھٹھہ میں واقع شاہ جہاں مسجد، بادشاہی مسجد، وزیر خان مسجد، مقبرہ جہانگیر، اکبری سرائے اور مقبرہ آصف خان کو 1993ء میں یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثے کا درجہ حاصل کرنے کے لیے عارضی فہرست میں شامل کیا گیا تھا-[1]

شاہی قلعہ، لاہور:

یہ قلعہ اندرون شہر لاہور کے شمالی سرے پر واقع ہے اور 20ہیکٹر (49ایکڑ) سے زیادہ رقبے پر پھیلا ہوا ہے- اس میں 21 قابل ذکر یادگاریں ہیں، جن میں سے کچھ شہنشاہ اکبر کے دور کی ہیں- قلعہ لاہور کی موجودہ شکل شہنشاہ اکبر نے 1566ء میں اپنے عہد میں بنوائی تھی- اس کے بعد کے مغل حکمرانوں بشمول جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب نے اس کی توسیع اور خوبصورتی میں اہم کردار ادا کیا- ہر حکمران نے محلات، مساجد، باغات اور انتظامی عمارتوں کے ساتھ قلعے کو بڑھاتے ہوئے اپنا نشان چھوڑا جو ان کے متعلقہ ذوق اور مغلیہ

[1]UNESCO. (2024, July 2). Pakistan. Retrieved from https://whc.unesco.org/: https://whc.unesco.org/en/statesparties/pk

سلطنت کی تعمیراتی صلاحیت کی عکاسی کرتے تھے- جو چیز لاہور کے قلعے کو واقعی غیر معمولی بناتی ہے وہ اس کا پیچیدہ مغلیہ فنِ تعمیر اور اسلامی، فارسی اور ہندوی فنکارانہ انداز کا امتزاج ہے-

نولکھا محل:

نولکھا محل شاہ جہاں کے عہد میں 1633ء میں تعمیر کیا گیا- یہ قلعہ لاہور کا ایک شاندار نظارہ ہے جو نمایاں سفید سنگ مرمر سے بنا ہے اور اپنی مخصوص خم دار چھت کے وجہ سے مشہور ہے-اس کی تعمیر پر تقریباً 900000 روپے لاگت آئی، یہ اس وقت کی بہت زیادہ رقم تھی-[2] اس عمارت کا نام اس پر خرچ کی گئی رقم کی وجہ سے "نو لکھا" رکھا گیا- گراؤنڈ سے منظر کو چھپانے کے لیے پویلین کے سنگ مرمر کے شیڈز کو برج نما حصوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے-[3]

شیش محل:

شیش محل قلعہ کے شمالی مغربی کونے میں جہانگیر کے شاہ برج بلاک کے اندر واقع ہے- اسے مغل شہنشاہ شاہ جہاں کے دور حکومت میں 1631ء-32ء میں ممتاز محل کے دادا اور نور جہاں کے والد مرزا غیاث بیگ نے تعمیر کروایا تھا- آرائشی سفید سنگ مرمر کے محل کی دیواروں کو فریسکوز (یہ ایک مصوری کی تکنیک ہے جس میں رنگوں کو تازہ، گیلی پلاسٹر کی دیوار یا چھت پر براہ راست لگایا جاتا ہے) سے سجایا گیا ہے اور ان پر پیٹرا ڈورا (ایک فنکارانہ تکنیک ہے جو پتھروں کے کام میں استعمال ہوتی ہے- اس تکنیک میں مختلف رنگوں کے نیم قیمتی پتھروں کو کاٹ کر اور جوڑ کر پیچیدہ ڈیزائن بنائے جاتے ہیں- یہ تکنیک عموماً سنگ مرمر کی سطح پر استعمال کی جاتی ہے) اور دیواروں پر آئینہ کاری کا خوبصورت کام کیا جاتا ہے- یہ عمارت شاہی قلعہ کی بہترین عمارتوں میں سے ایک ہے بلکہ شیش محل شاہی قلعہ میں نگینے کی حیثیت رکھتا ہے- شیش محل شاہی خاندان اور قریبی ساتھیوں کے ذاتی استعمال کے لیے مخصوص تھا-[4]

موتی مسجد:

موتی مسجد، لاہور قلعہ کی ایک نہایت خوبصورت اور تاریخی مسجد ہے جو کہ اپنی سفید سنگِ مرمر کی وجہ سے مشہور ہے، جس سے اس کا نام "موتی مسجد" رکھا گیا ہے- موتی مسجد کی تعمیر کا آغاز 1645ء میں مغل بادشاہ شاہجہان کے دور میں ہوا اور اس کی تکمیل 1653ء میں ہوئی- یہ مسجد شاہجہان کے ذاتی استعمال کے لیے تعمیر کی گئی تھی اور قلعے کے اندر واقع ہے، جسے اُس وقت کے شاہی خاندان اور اہم افراد استعمال کرتے تھے- موتی مسجد کی تعمیر میں سنگِ مرمر کا استعمال کیا گیا ہے جو اسے نہایت خوبصورت اور دلکش بناتا ہے- مسجد کا مرکزی ہال تین گنبدوں پر مشتمل ہے اور اس کے اندرونی حصے میں خوبصورت نقش نگاری اور خطاطی کی گئی ہے- مسجد کے دروازے اور کھڑکیاں بھی سنگِ مرمر سے بنے ہوئے ہیں جن پر بہترین کاریگری کی مثالیں موجود ہیں-

موتی مسجد نہ صرف ایک عبادت گاہ ہے بلکہ یہ مغلیہ دور کی فن تعمیر کی ایک اعلیٰ مثال بھی ہے- اس کی تعمیر میں استعمال ہونے والی مہارت اور فن کا مظاہرہ مغلیہ دور کی شان و شوکت کی عکاسی کرتا ہے- آج بھی یہ مسجد سیاحوں اور تاریخ کے شائقین کے لیے دلچسپی کا مرکز بنی ہوئی ہے- موتی مسجد، لاہور قلعہ کی ایک نہایت اہم اور تاریخی یادگار ہے- یہ مغلیہ دور کی شان و شوکت اور فن تعمیر کی بہترین مثال ہے اور آج

---

[2] Rajput, A. (n.d.). Architecture in Pakistan. Pakistan Publications.
[3] Khan, A. N. (1997). Studies in Islamic Archaeology of Pakistan. Sang-e-Meel Publications.
[4] Koch, E. (1991). Mughal Architecture: An Outline of Its History and Development, 1526-1858.

بھی اپنی خوبصورتی اور دلکشی کے باعث لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے- اس مسجد کی دیکھ بھال اور حفاظت ہمارے تاریخی ورثے کی حفاظت کے لیے نہایت اہم ہے-[5]

بادشاہی مسجد:

بادشاہی مسجد 1671ء سے 1673ء کے درمیان مغل بادشاہ محی الدین اورنگ زیب کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی- یہ مسجد مغلیہ طرزِ تعمیر کی ایک اہم مثال ہے، جس کا بیرونی حصہ تراشے ہوئے سرخ پتھر اور سنگ مرمر سے سجایا گیا ہے- یہ مغلیہ دور کی سب سے بڑی مسجد ہے اور پاکستان کی تیسری سب سے بڑی مسجد ہے-[6]

1799ء میں سکھ سلطنت کے راجہ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں، مسجد کے صحن کو اصطبل کے طور پر استعمال کیا گیا اور اس کے حجرے فوجیوں کے رہائشی کمروں کے طور پر استعمال ہوئے، مسجد کے مینار بھی ان جنگوں میں شدید متاثر ہوئے تھے جو کہ بہت عرصہ بعد دوبارہ تعمیر و مرمت کئے گئے - جب 1846ء میں برطانوی سلطنت نے لاہور پر قبضہ کیا تو اس مسجد کو 1852ء تک چھاؤنی کے طور پر استعمال کیا گیا- بعد ازاں، بادشاہی مسجد کی بحالی اور اسے عبادت گاہ کے طور پر بحال کرنے کے لئے بادشاہی مسجد اتھارٹی قائم کی گئی- آج یہ پاکستان کے سب سے مشہور مقامات میں سے ایک ہے-[7]

بادشاہی مسجد مغل طرزِ تعمیر کی ایک خوبصورت مثال ہے، جو اپنے شاندار ڈیزائن اور نفاست کے لیے مشہور ہے- مسجد کا بیرونی حصہ سرخ ریتیلے پتھر سے بنا ہوا ہے جس پر سنگ مرمر کو خوبصورتی سے جوڑا گیا ہے- مرکزی دروازہ ایک بلند اور شاندار ساخت ہے جو قلعہ نما شکل کا حامل ہے اور اس کے اوپر ایک بڑا گنبد ہے جو دور سے ہی دیکھنے والوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے-

مسجد کے تین بڑے گنبد ہیں، جن میں سے مرکزی گنبد سب سے بڑا ہے اور اس کے دونوں طرف دو چھوٹے گنبد ہیں- یہ گنبد سفید سنگ مرمر سے بنے ہوئے ہیں اور ان پر خوبصورت نقش و نگار کئے گئے ہیں- مسجد کے چاروں کونوں پر چار بلند مینار ہیں، جو سرخ پتھر اور سنگ مرمر سے بنے ہیں- ہر مینار کی بلندی تقریباً 176 فٹ ہے اور ان پر خوبصورت نقش و نگار بنائے گئے ہیں- میناروں کی یہ خوبصورتی اور بلند قامتی مسجد کی عظمت میں مزید اضافہ کرتی ہے-

مسجد کا صحن بہت وسیع ہے اور اس میں تقریباً 55000 نمازی بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں- صحن کے وسط میں ایک خوبصورت فوارہ بھی ہے جو مسجد کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے- مسجد کے اندرونی حصے میں سفید سنگ مرمر سے بنے ہوئے ستون ہیں جن پر خوبصورت نقش و نگار اور خطاطی کی گئی ہے- دیواروں اور چھتوں پر اسلامی خطاطی کے نمونے اور مختلف قرآنی آیات کی تحریریں موجود ہیں، جو مسجد کے اندرونی حصے کو روحانی اور پرسکون بناتی ہیں-

مسجد کا محراب (نماز کی جگہ) اور منبر (خطیب کی جگہ) نہایت خوبصورت اور فنکاری کی عمدہ مثال ہیں- محراب میں سنگ مرمر لگایا گیا ہے اور منبر پر نہایت باریک کاریگری کی گئی ہے- مسجد کے اردگرد خوبصورت باغات ہیں جو مسجد کی خوبصورتی کو اور زیادہ نکھارتے ہیں- ان باغات میں مختلف قسم کے پھول اور درخت لگائے گئے ہیں جو موسم بہار میں خاص طور پر خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں- یہ تعمیری

[5] Qureshi, S. (1988). *Lahore: The City Within.* Singapore: Concept Media, 1988.
[6] Meri, J. (2005). *Medieval Islamic Civilization: An Encyclopedia.*
[7] Koch, E. (2002). *Mughal Archtecture.* Oxford University Press.

خصوصیات بادشاہی مسجد کو نہ صرف لاہور یا پاکستان بلکہ دنیائے اسلام کی ایک اہم تاریخی عمارت بناتی ہیں۔[8]

شالیمار باغ:

شالیمار باغ، لاہور کا ایک مشہور تاریخی باغ ہے جو مغل بادشاہ شاہجہان کے حکم پر 1641ء-42ء میں تعمیر ہوا- یہ باغ مغل طرزِ تعمیر اور باغبانی کی ایک بہترین مثال ہے، مغلیہ فنِ تعمیر میں باغات کو "چہار باغ" کے تصور (کانسپٹ) کو ہمیشہ سامنے رکھا جاتا تھا جس میں گراؤنڈ کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ پانی کی نہریں اور فوارے نصب کئے جاتے تھے-

شالیمار باغ تین مختلف سطحوں پر بنایا گیا ہے، جو "فیض بخش"، "نہر بخش" اور "حیات بخش" کہلاتی ہیں- یہ باغ کل 80 ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ باغ میں مختلف قسم کے درخت، پھول اور پودے لگائے گئے ہیں جو موسم بہار میں خاص طور پر خوبصورتی کا منظر پیش کرتے ہیں-

شالیمار باغ میں آبپاشی کا نظام:

شالیمار باغ کے لیے پانی کی سپلائی باغ کے پوائنٹ آرکیٹیکٹ انجینئر علی مردان خان نے ڈیزائن کی تھی- یہ وہ شخص تھا جس نے شہنشاہ کو تجویز پیش کی کہ باغات کے لیے دریائے راوی کا پانی راجپوت (موجودہ ہندوستان میں مادھ پور) سے لایا جانا چاہیے- دو سالوں میں، شاہ نہر (شاہی نہر) نامی پانی کی نہر 150 میل (242 کلومیٹر) پر پھیلی ہوئی تھی- درمیانی چھت بہت بڑا ماربل پول ہے جہاں باغات کو کاٹ کر نہر نکالی گئی تھی- اس کے علاوہ، ہائیڈرولک ٹینک سسٹم 1644ء میں مکمل ہوا تھا- لاہور کے شالیمار باغ کو خاص طور پر اس بات کی مثال کے طور پر ڈیزائن کیا گیا ہے کہ کس طرح مغلوں نے آبی گزرگاہوں یا پانی کے ذرائع کے قریب اپنی عمارتیں اور باغات تعمیر کیے اور بعد میں وہ جان بوجھ کر ہائیڈرولک ٹینک اور آبپاشی کے نظام سے پانی اور ٹھنڈک دونوں فوائد حاصل کرنے کے لیے تیار کئے گئے- اس نظام نے کشش ثقل کے استعمال کو شامل کیا اور مختلف طریقوں سے پانی کو اوپر تک پہنچایا گیا- مغلوں نے کنویں سے پانی اٹھانے کے لیے فارسی وہیل طریقہ کار اپنایا جس کا ایک ذریعہ دریائے راوی سے جڑا ہوا تھا-

نیز شالیمار باغ میں 410 فوارے ہیں جو باغ کے مختلف حصوں میں موجود ہیں- یہ فوارے باغ کی مرکزی نہر سے جڑے ہوئے ہیں اور جب یہ چلتے ہیں تو ایک دلکش منظر پیش کرتے ہیں- باغ کے وسط میں ایک بڑی نہر ہے جو باغ کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے-[9]

شالیمار باغ میں مختلف عمارتیں بھی موجود ہیں، جن میں شاہی خاندان کے لیے بنائے گئے بارہ دری، پانی کے تالاب، اور آرام کے لیے استعمال ہونے والی جگہیں شامل ہیں- ان عمارتوں کی دیواروں پر خوبصورت نقش و نگار اور سنگ مرمر کی جڑائی کی گئی ہے جو مغل فن تعمیر کی عمدہ مثالیں ہیں-

شاہجہان مسجد ٹھٹھہ (سندھ):

شاہ جہاں مسجد، جو ٹھٹھہ، سندھ کے شہر کی عظیم مسجد ہے، ایک خوبصورت 17ویں صدی کی عمارت ہے- یہ مسجد جنوبی ایشیا میں ٹائل کے کام کی ایک بہترین مثال ہے-

شاہ جہاں مسجد اپنے منفرد اینٹوں کے ساتھ جیومیٹر کام کی وجہ سے بھی مشہور ہے- یہ ایک خوبصورت سجاوٹی انداز ہے جو مغل دور کی مساجد میں کم ہی دیکھا جاتا ہے-

اس مسجد کی تعمیر مغل بادشاہ شاہ جہاں کے حکم پر ہوئی، جس کی تکمیل 1647ء میں ہوئی- مسجد کا ڈیزائن مغل فن تعمیر کی بہترین مثال ہے، لیکن اس میں کچھ غیر معمولی خصوصیات بھی شامل ہیں جو اسے دیگر مغل دور کی مساجد سے منفرد بناتی ہیں- شاہ جہاں مسجد کی سب سے اہم خصوصیت اس کی ٹائلوں کا کام ہے، جو کہ پورے جنوبی ایشیا میں اپنی نوعیت کی بہترین مثال سمجھی جاتی ہے- مختلف رنگوں اور

[8] *Architecture of the Islamic World: Its History and Social Meaning.* (1995). Thames & Hudson.

[9] Rabia Khashkheli, Z. w. (n.d.). Representation of water in mughal architecture: a contextual analysis. *Journal of Research in Architecture and Planning of shalimar gardens, Lahore fort gardens and wah gardens, 32*(2).

نمونوں کی یہ ٹائلیں مسجد کی دیواروں، محرابوں اور چھتوں کو نہایت خوبصورت اور دلکش بناتی ہیں-

اینٹوں کے کام میں جو میٹری پر مبنی نقش و نگار بھی اس مسجد کی خاصیت ہے، جو مغل دور کی دیگر مساجد میں کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں- یہ جو میٹری نقوش اور اینٹوں کا خوبصورت کام مسجد کی سجاوٹ کو منفرد بناتا ہے- مسجد کی تعمیر میں سنگ مرمر اور سرخ پتھر کا استعمال بھی کیا گیا ہے، جس سے اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ ہوتا ہے- اس کے اندرونی حصے میں محرابیں اور منبر نہایت باریک بینی سے بنائے گئے ہیں، جو کہ مغل فن تعمیر کی عمدہ مثالیں ہیں-

اس مسجد میں مغل فنِ تعمیر کی امتیازی خوبی بدرجہ اتم موجود ہے جو دیگر مساجد مغلیہ میں بھی ہے مگر شاہجہان مسجد ٹھٹہ میں بطور خاص ہے، اور وہ ہے محراب سے آواز کا بغیر لاؤڈ اسپیکر کے مسجد میں پہنچنا- اگر مسجد کے کسی بھی گنبد کے نیچے کھڑے ہو جائیں تو امام / خطیب کی آواز بغیر کسی آلے کی مدد کے صاف صاف پہنچتی ہے-

شاہ جہاں مسجد کی وسیع و عریض صحن اور بلند مینار بھی اس کی عظمت کو بڑھاتے ہیں- یہ مسجد نہ صرف ایک عبادت گاہ ہے بلکہ ایک تاریخی ورثہ بھی ہے، جو صدیوں سے اپنی خوبصورتی اور فن تعمیر کی بناپر سیاحوں اور تاریخ کے شائقین کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے- آج بھی شاہ جہاں مسجد ٹھٹھہ کے اہم ترین تاریخی مقامات میں سے ایک ہے اور یونیسکو کی عالمی ثقافتی ورثہ کی فہرست میں شامل ہے- یہ مسجد نہ صرف پاکستانی بلکہ عالمی ثقافتی ورثے کا بھی حصہ ہے اور اس کی حفاظت اور بحالی پر خاص توجہ دی جاتی ہے-[10]

مغلیہ عہد کی تعمیرات پاکستان کے ثقافتی ورثے کی شاندار مثالیں ہیں- ان عمارات میں اسلامی، فارسی، ترکی اور برصغیر کے مختلف اثرات کا حسین امتزاج ملتا ہے، جو مغل شہنشاہوں کی فنی اور تعمیری صلاحیتوں کی عکاسی کرتا ہے- بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ، شالامار باغ، مسجد وزیر خان اور ٹھٹھہ کی شاہ جہاں مسجد جیسے تعمیراتی شاہکار نہ صرف پاکستان کی عظیم تاریخ اور ثقافت کو زندہ رکھتے ہیں بلکہ ہمیں ایک تابناک مستقبل کی خاطر ہمت اور محنت پہ اُکساتے ہیں- یہ عمارات ہمارے قومی ورثے اور ملی نفسیات کا بھی قیمتی حصہ ہیں اور ان کی حفاظت اور بحالی ہماری ذمہ داری ہے تاکہ آئندہ نسلیں بھی ان کی خوبصورتی، تاریخی اہمیت اور فکری نفسیات سے واقف ہو سکیں- ان عمارات کی شمولیت یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثہ کی فہرست میں ان کی عالمی اہمیت کو مزید اجاگر کرتی ہے- مغلیہ فن تعمیر کی خوبصورتی، فنکاری اور انجینئرنگ کے یہ نمونے نہ صرف ہماری تاریخ کا حصہ ہیں بلکہ ہمارے مستقبل کے لیے بھی ایک اثاثہ ہیں-

☆☆☆

[10]Khazeni, A. (2014). *Sky Blue Stone: The Turquoise Trade in World History.* Univ of California Press
Asher, C. B. (1992). *Architecture of Mughal India.* Cambridge ; New York : Cambridge University Press.

اُردو زبان ہی کیوں؟

ڈاکٹر میر یوسف میر
صدر شعبہ اردو جامعہ آزاد جموں و کشمیر مظفر آباد

اردو جہاں دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے وہاں پاکستان کی قومی، علمی اور ثقافتی زبان بھی ہے-بقول ایک عالم "اس وقت اردو زبان کی حفاظت دین کی حفاظت ہے اس بنا پر یہ حفاظت حسب استطاعت واجب اور طاعت ہے اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت کرنا معصیت و موجبِ مواخذہِ آخرت ہو گا"- قومی زبان کے نفاذ کے جو احکامات عدلیہ و دیگر اردو زبان سے محبت کرنے والے اداروں نے جاری کیے اُس سے اس زبان کی عظمت پہلے سے بھی بڑھ گئی-

حسن عسکری نے سچ کہا تھا: "ہماری ساری تازگی تو غیر ملکی زبان چوس لیتی ہے ہمارے اندر تجسس اور اشتیاق کیسے باقی رہے؟" اس سلسلے میں چند گزارشات عرض کرنا چاہوں گا! اسلام کے بعد اُردو پاکستان کا سب سے بڑا ستون ہے- قائد اعظم نے اسی لیے پاکستان اور اردو کا مقدمہ بیک وقت لڑا- اردو کو سرکاری اور عظیم ثقافتی ورثے کی حامل زبان قرار دیا- بین الاقوامی زبان کے طور پہ انگریزی کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تاہم تاریخ گواہ ہے کہ جو قومیں اپنی قومی زبان کی قدر نہیں کرتیں ان کا دنیا میں کوئی وقار نہیں ہوتا- جتنی بھی قوموں نے ترقی کے آسمانوں کو چھوا وہ اپنی زبان کی بدولت تھا- آج بھی دنیا کے نقشے پہ ابھرتی بڑی طاقتوں کی بنیاد دیکھیں تو ترقی کی وجہ اپنی زبان کا فروغ ہے-ہمسایہ ملک چین کی بڑی مثال ہمارے سامنے ہے-ہالینڈ کی مثال ہمارے سامنے ہے وہاں عام شہری کو اوسطاً چار پانچ بین الاقوامی زبانوں پر عبور ہوتا ہے لیکن پورے ہالینڈ میں کوئی ایک سائن بورڈ ایسا نہیں جو ان کی زبان ڈچ میں نہ ہو-ایسی ہی مثالیں ہمیں ایران سمیت دیگر ممالک میں بھی ملتی ہیں-

اردو کا منبع و مخرج خارجی نہیں بلکہ خود ہم ہیں، ہماری زمین اور ہماری تاریخ ہے- ہمیں اپنی زمین اور اپنی تاریخ سے محبت کرنا چاہیے نہ کہ شرمانا چاہیے- اردو کا ایک خوبصورت اور منفرد رسم الخط ہے اور جس کی ایک بے مثال تہذیب ہے اور اس تہذیب کے خمیر میں بہترین انسانی و اخلاقی قدریں جذب ہیں- اُردو اور اس کی شاعری مختلف مذہبوں، زبانوں، نسلوں اور مقامی تمدنوں سے جڑے ہوئے کروڑوں لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے-اس اعتبار سے ملک کے اندر اور برصغیر کے عوام کے مابین رابطہ کے لیے اردو کا کوئی اور فطری اور مناسب متبادل نہیں ہے- اردو زبان ایک جامع زبان ہے-اس کی اپنی تاریخ ہے اور اس کے دامن میں بڑی وسعت ہے- اس کا شمار دنیا کی بڑی زبانوں میں ہوتا ہے- اردو زبان کی ساخت میں پورے برصغیر کی قدیم اور جدید بولیوں کا حصہ ہے -یہ زبان غیر معمولی لسانی مفاہمت کا نام ہے-

اس کے علاوہ اردو زبان میں اخذ و جذب کی بے پناہ صلاحیت ہے- اردو زُبان ایک کلچر کی نمائندہ زبان ہے اور اپنے کلچر کی ترویج و ترقی کا باعث بھی-اُردو زبان کا استعمال ان زبانوں میں نہیں ہوتا، جو گلوبلائزیشن کے زہریلے اثرات کی وجہ سے مر رہی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں- پھر اردو محض شاعری، افسانے اور ناول کا ذریعہ اظہار نہیں بلکہ جدید، سائنسی اور قانونی تقاضوں کو پورا کرنے والی زندہ اور ہر لحہ ترقی پذیر زبان ہے-

یہی وہ واحد زبان ہے جو ہمیں قومی شناخت کے سانچے میں ڈھال سکتی ہے- قومی اتحاد، ثقافت اور تعصبات کے

خاتمے کی نمائندہ ہماری عظیم اور پیاری زبان اردو ہے- یہ زبان قومی یکجہتی کا عملی نمونہ ہے - تبلیغ اسلام کے لیے بھی بزرگانِ دین نے اردو کا سہارا لیا- یہ ہمارا تاریخی، تہذیبی، ملّی اور دینی مسئلہ بھی ہے- پاکستان کی آبادی کا ایک بڑا حصہ نا خواندہ ہے جبکہ باقی خواندہ آبادی بھی انگریزی پر مکمل عبور نہیں رکھتی- اس کے برعکس اردو پاکستان کے طول و عرض میں سمجھی جاتی ہے- لہٰذا! ایسا ملک جہاں کے زیادہ لوگ انگریزی نہیں سمجھتے وہاں اسے سرکاری زبان کا درجہ دینا قوم کے ساتھ سنگین زیادتی اور سپریم کورٹ کے احکامات کی دھجیاں بکھیرنے کے مترادف ہے- اردو زبان کی ہمہ جہت ترقی، تحفظ، نفاذ، رواج اور اس کی اہمیت کو تسلیم کروانے کے لیے ہمیں چند نکات پر سنجیدگی سے غور کرنا ہو گا- جہاں سرکاری سطح پر حکومت کی ذمہ داری ہے تو قومی اور عمومی سطح پر ہم سب پر بھی اس کے نفاذ کی ذمہ داری بنتی ہے-

ہمیں اپنے رویے اور مزاج بدلنے کی ضرورت ہے اردو کو مکمل سرکاری زبان کے طور پہ اپنائیں اسے وہ مقام دیا جائے جو ایک آزاد ملک میں قومی زبان کا حق ہے- اپنی ذات سے یہ کام شروع کرنے کے ساتھ ساتھ شعور کی بے داری اہم ہے پھر میڈیا اہم کردار ادا کر سکتا ہے- سرکاری، دفتری، عدالتی، رسم الخط، رابطہ کاری، طباعت و اشاعت، مجلس ترجمہ، اصطلاحات جیسی ذیلی مجالس کی تشکیل بھی کی جاسکتی ہے- ہمارا المیہ یہ بھی ہے کہ ہم نے آزادی کے نام پر زمین کا ٹکڑا تو حاصل کر لیا مگر ذہنی طور پر وہی غلام کے غلام ہیں- ہمارا نظریہ اسلام ہے مگر ہمارے آئیڈیل انگریز اور ان کی انگریزی- اسی کش مکش میں ہم نے اپنی قومی شناخت کھو دی ہے- ہم انگریزی لباس، چھری کانٹے سے کھانا، انگریزی بولنا پسند کرتے ہیں- ہمیں اپنی چیزوں پہ حق جتانا نہیں آتا- ہمیں اپنی ہی زبان اپناتے شرم آتی ہے- ہم منہ ٹیڑھا کر کے غلط انگریزی بولنا پسند کرتے ہیں بہ نسبت درست اردو کے-

اردو کی ہمہ جہت ترقی، توسیع اور قومی زندگی کے تمام سرکاری اور نجی شعبوں میں اس کا نفاذ اور رواج ہو- حکومت سرکاری اور غیر سرکاری حکم جاری فرمائے- تمام انگلش میڈیم اسکولوں کا ذریعہ تعلیم اردو کر دیا جائے- ملازمت کے لیے ہر جگہ اور ہر سطح پر بالمشافہ ملاقات میں تبادلہ خیال قومی زبان میں کیا جائے- مقابلے کے امتحانات اردو میں ہوں- پاکستان کی جامعات میں تحقیقی مقالات قومی زبان میں ہوں- سڑکوں، گلیوں، ڈاک خانہ، ریلوے، موٹر گاڑیوں کے شناختی نمبر، ملکی مصنوعات کا تعارف، تمام سرکاری، نیم سرکاری، صنعتی، تجارتی، تعلیمی، سماجی، ثقافتی محکموں، اداروں، تنظیموں انجمنوں، شہروں، عمارتوں کے نام، جملہ اشتہارات، رسیدیں، دکانوں، بازاروں، سڑکوں، اداروں کے داخلہ فارمز اور تمام محکموں کے بلات قومی زبان میں ہوں- سرکاری، غیر سرکاری، رسمی اور غیر رسمی تقریبات قومی زبان میں ہوں- غیر ملکی زبانوں کے سائنسی علوم و فنون کو اردو کے قالب میں ڈھالا جائے- اردو میں تمام مضامین کی اصطلاحات تیار کی جائیں- حکومت اردو کے اداروں، ادیبوں، مصنفوں اور شاعروں کی سرپرستی کرے- ابتدا سے انتہا تک اردو کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے رائج کیا جائے- زبان کی بنیادی مہارتوں سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں بہتری لائیں-

اردو ذریعہ تعلیم کے فروغ کیلئے طلبہ کو مختلف نوعیت کی ترغیبی مراعات اور وظائف فراہم کئے جائیں- اردو ذریعہ تعلیم کے اساتذہ کو متعلقہ مضامین کی جدید معلومات سے آراستہ کرنے اور درس و تدریس کے جدید طریقہ ہائے کار سے متعارف کرایا جائے- پبلک سروس کمیشن اور دیگر ادارہ جات کی جانب سے منعقد کئے جانے والے امتحانات کے پرچہ جات اردو میں تیار کئے جائیں اور امتحانات میں شریک ہونے والے اردو ذریعہ تعلیم کے امیدواروں کو بطور ترغیب کچھ مخصوص رعایتیں دی جائیں- اردو ذریعہ تعلیم کی ترقی کے لئے اس کو روزگار اور تحقیق سے جوڑنا اشد ضروری ہے-

قومی اور بین الاقوامی سطح پر فروغ اردو زبان کے اداروں کا قیام عمل میں لاتے ہوئے ان کے دائرہ کار میں ادبی، نصابی، تخلیقی، تحقیقی کتب کی اشاعت و ترجمہ کی ذمہ

داری کو شامل کرنا مناسب رہے گا- وقت اور حالات نے ہمیں جو تحفے دیئے ان میں سے ایک "اردو ناشناسی" بھی ہے، نئی نسل کو بے شمار چیزوں کے نام اردو میں نہیں آتے، بلکہ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اردو میں الفاظ کم ہیں اسی لیے وہ انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہیں، جبکہ اردو انگریزی کی بہ نسبت ایک وسیع زبان ہے جس میں ہر چیز کے لیے کئی کئی الفاظ موجود ہیں جن کو مخصوص مقام و مواقع پہ استعمال کیا جا سکتا ہے-یہ رسمِ نقالی (فیشن) احساس کمتری اور سہل پسندی سے ہے-ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہر لفظ کا اپنا ایک تہذیبی پس منظر ہوتا ہے-جب ہم کوئی لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کے ذریعہ ہم ایک تہذیب کو بھی پیش کرتے ہیں-اس طرح انگریزی استعمال سے ہمارا تہذیبی تشخص بھی متاثر ہوتا ہے-

اردو میں انکل اور آنٹی کے مترادف رشتوں کے نام، خالہ خالو، مامی ماموں، چاچی چاچا، تائی تایا، پھوپھی پھوپھا-

اردو میں رنگوں کے نام: سفید، موتیا، آبی، کریمی، دودھیا، پیلا، میٹھا پیلا، کڑوا پیلا، کشمشی، بنفشی، کاکریزی، گل اناری، انابی، لال، ہرا، دھانی، مہندیا، فیروزی، نیلا، آسمانی، سبز، گلابی، آتشی، چمپئی، سنہرا، کتھئی، بادامی، پستئی، پیازی، بینگنی، فالسئی، چقندری-

گھریلو استعمال کی مختلف چیزوں کے نام:

پاندان، خاصدان، اگالدان، چلمچی، آستاوا، لوٹا، لگن، سینی، طباق، تشت، چلم، چلمن، پردے، دیوار گیری، دری، چاندنی، تکیہ، گاؤ تکیہ، کشن، طشتری، کشتی، آبخورے، پیالے، پیالیاں، لگن، دیگچی، پتیلی، پھونکنی، توا، توی-

زیورات کے نام: ہار، ست لڑا، گلوبند، بالی، بندے، بالی پتے، جھمکے، جھمکیاں، انگوٹھی، چھلا، چوڑیاں، کنگن، کڑے، کلائی، بازوبند، نتھ، لونگ، نتھنی، ٹیکا، بندیا، جھومر-

لباس کے نام: شرارہ، غرارہ، چوڑی دار پجامہ، کھڑا پجامہ، سیدھا پجامہ، قمیض، کرتا، کرتی، انگرکھا، کوٹی، کوٹ، شیروانی، اچکن، واسکٹ، ٹوپی، دوپلی، جناح کیپ، ٹوپا، کنٹوپ، صافہ، پگڑی، دستار، دستانے، موزے-

جوتوں کے نام: جوتے، چپل، سینڈل، پمپی، پشاوری، کھسے، سلیم شاہی، ناگرہ،

الفاظ کی کثرت اور وافر موجودگی پہ غور کریں تو پھر یہ ہماری بدقسمتی یا بے ضمیری یا پھر غلامانہ مفلوج سوچ ہے کہ ہم انگریزی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں- یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری زبان ہمارا فخر ہے- کیونکہ ہماری قومی زبان اردو ہے اس لیے ہمارے ملک میں انگریزی زبان کو ایک دوسرے درجے کی زبان کی حیثیت ملنی چاہیے- یہ وضاحت ضروری ہے کہ اپنی علاقائی زبان میں بات کرنا اور بات ہے اور انگریزی میں بات کرنا اور بات، اس لئے اردو بمقابلہ پشتو، پنجابی، سندھی، پہاڑی، بلوچی یا پاکستان میں بولی جانے والی دیگر علاقائی زبانوں کے نہیں ہے، علاقائی زبانوں کا فروغ ہماری ترجیح ہونا چاہئے - اصل مسئلہ انگریزی زبان ہے جو ہمارے بابوؤں کی غلامانہ ذہنیت کی وجہ سے ہر تہذیبی شناخت کو نگلتی جارہی ہے-وطن سے وفا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم اردو سے محبت کریں-

علاقائی زبان کے ساتھ صرف اردو پہ فخر کریں اور اس کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کریں-اس کے لیے ہر شخص اپنے اپنے طور پر اردو کا زیادہ استعمال کرے بکیں، چیئرز، بائک جیسے بے معنی الفاظ کی جگہ کتابیں، کتب، کرسیاں، موٹر گاڑیاں جیسے بامعنی الفاظ استعمال کریں- اپنی روزمرہ زندگی میں، گھروں میں، خاص کر بچوں کے ساتھ انگریزی کی بجائے اردو الفاظ کا استعمال کریں تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ہمارا فخر بحال رکھ سکیں-

نجاتِ دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ ابھی وہ منزل نہیں آئی

☆☆☆

پاکستان

ڈاکٹر عظمیٰ زرین نازیہ
اورئینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور

میری دھرتی مرا تجھ پر ابھی ایمان باقی ہے
محمد (ﷺ) کی بشارت پر میرا ایقان باقی ہے

برستی ہیں خدا کی رحمتیں دن رات خطے پر
خدائے لم یزل کا دین اور قرآن باقی ہے

ہماری سر بلندی ہے یقیں محکم عمل پیہم
ابھی، قائد سے جو باندھا گیا، پیمان باقی ہے

مرے اقبال کے شاہین کی پرواز اونچی ہے
بلندی فکر کی ہے باز کا عنوان باقی ہے

جئے کشمیر، اور سونے کی دھرتی پنج آبے کی
کہ گلگت ،سندھ، خیبر اور بلوچستان باقی ہے

قلندر شان سیہون کی کراچی دولت کشور
مری تہذیب میرا قریۂ مہران باقی ہے

مرے (مسلم) نے تھاما ہے ہلالی سبز پرچم کو
ھو الحق ھو مرے باھو کا یہ فیضان باقی ہے

بہ شکل سید ہجویر فیض قدس جاری ہے
خوشا زریں کہ یہ گنجینۂ عرفان باقی ہے

جہاں راوی روایت کر رہا ہے دور شاہی کی
وہیں لاہور میں تاریخ اور ایوان باقی ہے

☆☆☆

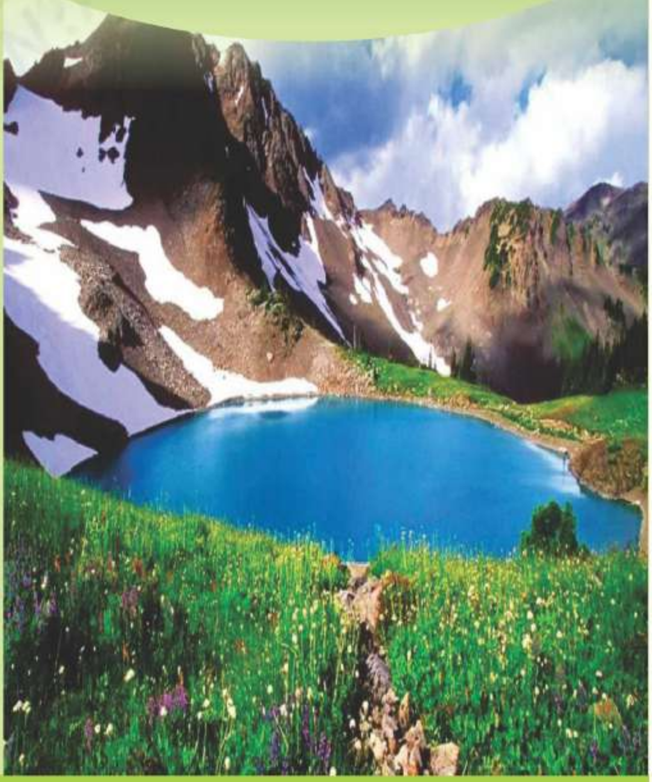

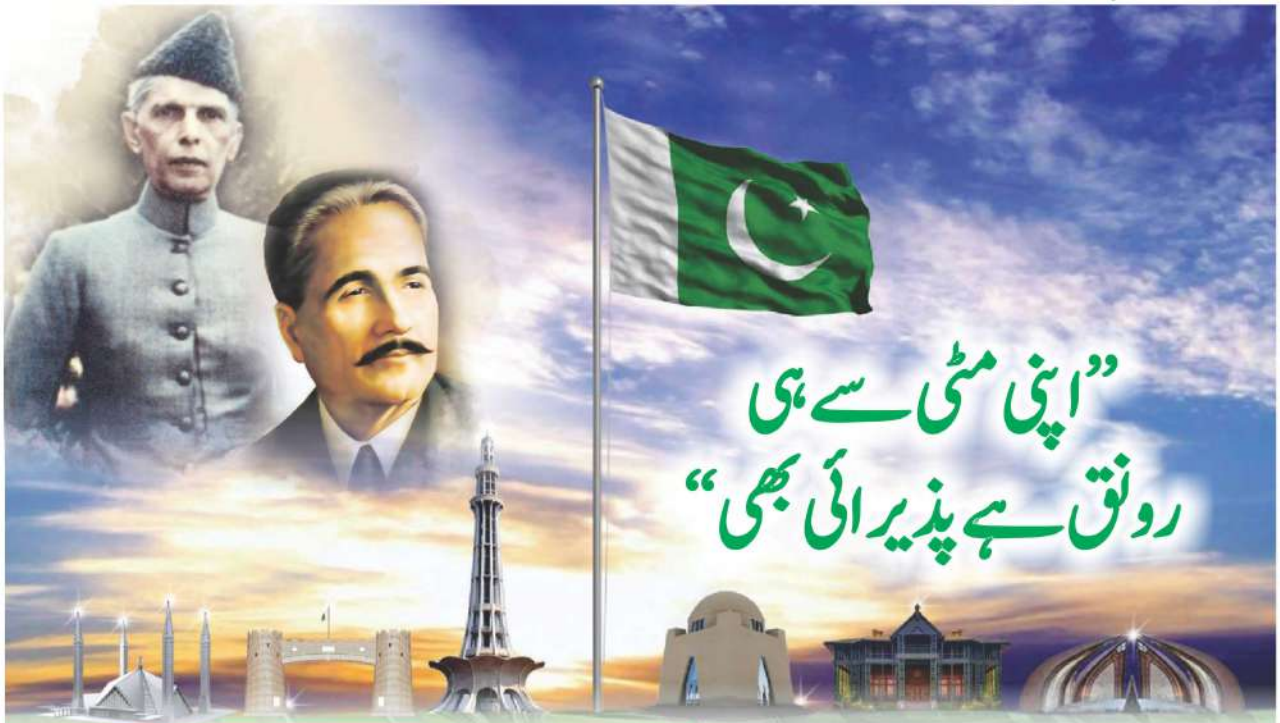

”اپنی مٹی سے ہی رونق ہے پذیرائی بھی“

شاعر: مستحسن رضا جامی

میرا سرمایہ میری عزت و عظمت تجھ سے
کیسے ممکن ہے کروں میں نہ محبت تجھ سے

تیری سرحد تیری بنیاد بہت روشن ہو
الفت و نور سے مہکا ہوا ہر آنگن ہو

ہر گھڑی روشنی بانٹیں تیرے غیور چراغ
ساری دُنیا پہ عیاں ہوں تیرے مسرور چراغ

ایسا انمول وطن کوئی نہیں دُنیا میں
اس قدر کون سی دھرتی ہے حسیں دُنیا میں

پانچ دریاؤں کی زرخیز زمیں کس کی ہے
سبزہ و گُل سے جواں ایسی جبیں کس کی ہے

ایسے منظر ہیں کہاں ایسے ہیں کہسار کہاں
ایسی خوشبو ہے کدھر ایسا ہے سنسار کہاں

رنگ اور نسل کی بنیاد پہ تفریق نہ ہو
کسی دشمن کو جھپٹنے کی ہی توفیق نہ ہو

اختلافات بھلانے سے بھلائی ہوگی
اسی صُورت میں حریفوں سے رہائی ہوگی

کاش ہو دائمی یکجائی و وحدت اپنی
ہم سے سنبھلے گی اسی طور امانت اپنی

میرے سینے میں رہے تجھ سے عقیدت کا جُنوں
بڑھتا ہی جائے ہر اک لمحہ محبت کا جُنوں

تیری تزئین میں ہو صَرف ہنر، کافی ہے
اپنی مٹی سے محبت کا ثمر، کافی ہے

اپنی مٹی سے ہی رونق ہے پذیرائی بھی
بس ترے نام سے ہو میری شناسائی بھی

چاہے مشکل ہو یا آسانی تیرے ساتھ رہوں
تیری رفعت تیری نصرت کے قصیدے لکھوں

☆☆☆

www.alfaqr.tv
YouTube
CHANNEL
www.youtube.com/AlfaqrTv
صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب
کے علمی، فکری اور تربیتی خطابات کی ویڈیوز دیکھنے کیلئے
Alfaqr.Tv
Official Channel Of Islahee Jamaat & Almi Tanzeem-ul-Arifeen
پختہ ایمان کی اولین شرط کیا ہے؟
1:07:56
حضرت خواجہ فریدؒ کا عارفانہ کلام
12:36
حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر اصح قرآنی دلیل
2:51
رسولِ پاک ﷺ کا حُسن و جمال کیسا تھا؟
1:22:05
صوفیائے کرام کا طریق ہر بغض سے پاک
3:41
رسول کریم ﷺ کی زیارت کا آسان ذریعہ
محرم الحرام کے سلسلے میں 2022ء کا مکمل بیان
محبتِ اہلِ بیت
آقا پاک ﷺ کی شریعت و رسالت کا امتیاز
4:03
ختمِ نبوت: دُنیا، برزخ اور آخرت
26:54
الفقر ٹی وی ویب سائیٹ اور
یوٹیوب چینل وزٹ کریں

JUNAGADH

PURSUIT OF UNTOLD HISTORY & FACTS

Published & Available

یہ کتاب ریاست جوناگڑھ پہ تحقیقی نوعیت کی پہلی کاوش ہے جس کی تدوین دیوان آف جوناگڑھ صاحبزادہ سلطان احمد علی اور ڈاکٹر مجیب احمد نے کی ہے۔

اس میں ریاست جوناگڑھ کے قیام، بابی دورِ حکومت کی تاریخ، جوناگڑھ کا پاکستان سے الحاق، بھارت کا جوناگڑھ پر غاصبانہ قبضہ، جوناگڑھ کے لیے پاکستان کی سیاسی و قانونی جدوجہد اور مسئلہ جوناگڑھ کی خطے میں معاشی و تزویراتی اور دفاعی اہمیت سمیت دیگر متعلقہ موضوعات پہ تحقیقی ابواب شامل ہیں جنہیں مختلف یونیورسٹیز کے محققین و سکالرز نے تحریر کیا ہے۔

ریاست جوناگڑھ کی تاریخ، پاکستان سے الحاق، بھارتی غاصبانہ قبضہ اور مسئلہ جوناگڑھ کی موجودہ صورتحال کے متعلق اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

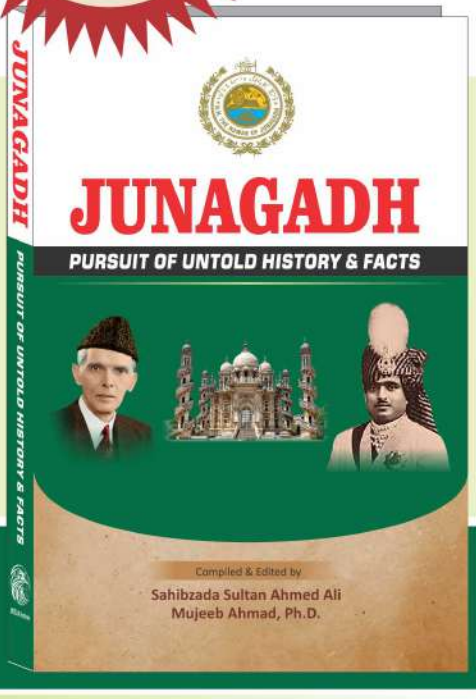

جنوبی ایشیاء بالخصوص پاکستان اور بھارت کی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے

ایک نایاب تحقیقی تحفہ

MUSLIM Institute
ISLAMABAD - LONDON
Web: www.muslim-institute.org

پی او بکس نمبر 11 جی پی او لاہور
ویب سائٹ: www.alfaqr.net
ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان
اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں